عفت!

تمھارے نگارین خط کا ایک حصّہ ہمیشہ سراپا نشاط و نغمہ ہوتا ہے۔ تم نے اپنے جذبات کے بے محابا اظہار سے مجھے اتنا زیر بار کر دیا ہے کہ میں حرفِ سپاس تلاش نہیں کر پاتا۔

خدا تمھیں ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آج کل اُس نواح سے بڑی وحشت ناک خبریں آ رہی ہیں۔

ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم

معلوم نہیں۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا کیوں ہے؟

ایسا لگتا ہے جیسے خلیفۂ ارضی کی غایتِ تخلیق بس یہی تھی۔

یُفسِدُ فِی الاَرضِ وَ یَسفِکُ الدّماء

پوری دنیا قابیل کی اُمّت معلوم ہوتی ہے۔ بیچارے ہابیل کے لیے کوئی جھوٹ موٹ کے آنسو بھی بہاتا نظر نہیں آتا!

آج کل کیا لکھ رہی ہو۔ اپنے بارے میں تم نے بالکل خاموشی سادھ رکھی ہے۔

"حدیثِ خواب" آج کل میں پریس میں جانے والی ہے۔

میں نے ان دنوں تین چار سو صفحوں کا "مہابھارت" کا انتخاب کیا ہے؛ زبان ہندی آمیز ہے۔ تعلیمات کا ڈیڑھ دو سو صفحوں پر مشتمل حصّہ۔

برخے از دانشِ نورانیِ ہند!

اور ڈیڑھ دو سو صفحوں کی کتھائیں۔

مہابھارت کی چند اک داستانیں۔

خالد میاں نے بہت رواں نثر لکھی ہے۔ انھیں چاہیئے کہ اُردو کا کوئی اخبار یا رسالہ باقاعدہ پڑھیں، تاکہ طبیعت الفاظ و تراکیب سے مانوس ہو۔ حافظہ انھیں ذخیرہ کر سکے! اور حسبِ ضرورت استعمال میں لا سکے!

خدا کرے کہ تم دونوں ہر طرح خیر و عافیت سے ہو!

خالد

---

۵ ستمبر ۱۹۸۴ء

عفت!

تمہارا دوسطری "اضطرابی" خط ملا۔

میں اس سے پہلے تمھیں دو خط لکھ چکا ہوں۔ ایک تمہارے ۲۰ جولائی کے خط سے پہلے اور ایک اس کے بعد اس کے جواب میں۔ معلوم نہیں رستے میں کہاں اٹک گئے اور اپنی منزل پر کیوں نہیں پہنچے؟

وہاں کے حالات پڑھ کر انتہائی تشویش ہے۔ خدا تمھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے اور کسی قسم کی پریشانی سے دوچار نہ کرے!

نجانے اس دنیا میں اتنا فتنہ و فساد کیوں ہے۔ انسان، انسان کی آبرو، عافیت، اور جان کے کیوں درپے ہے۔ ہم تو پہلے ہی کشاں کشاں "یم لوک" کو رواں دواں ہیں۔

معلوم نہیں کب کس کو "کوہ ندا" سے آواز پڑ جائے۔

بہت دنوں سے تمہاری کوئی چیز نظر سے نہیں گزری۔ کیا "بیسویں صدی" والوں سے بھی کٹ گئی ہو گئی؟

میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا۔ کہ میں مہابھارت کا انتخاب کر رہا ہوں۔ چار پانچ سو صفحوں کی کتاب ہو گی۔ جس میں ہندی، اُردو فرہنگ بھی شامل ہو گی۔

یہ انتخاب ہے اس سحر کار ساگا کا
کہ جس کی دولت سرمد کو وقت ہر نہ سکا
اور انتخاب کنندہ ہے شبد کا رسیا (عبدالعزیز خالد)

"حدیث خواب" پریس میں ہے۔ مسلسل بارشوں کی وجہ سے چھپائی رکی ہوئی ہے۔ اس مہینے کے آخر تک ہو سکتا ہے تمہارے پاس پہنچ جائے۔ نہیں تو اگلے کے اوائل میں ——!

تمہاری ایسی ہمارے فکر و فن کی پرستار خانہ کہیں ہے اور نہ ہو گی! تم اس معاملہ میں بالکل "وحدہٗ لاشریک" ہو۔

میاں خالد کا خط پہلے سے بہت رواں اور صاف ہے۔ مشق جاری رہی تو انشاءاللہ جلد ہی اظہار پر خاطر خواہ قدرت حاصل کر لیں گے!

میری طرف سے دعا اور پیار دو!

خالد

۱۷ستمبر ۱۹۸۴ء

عفت!

عید کارڈ ملا۔

کھولنے سے پہلے ہی اندازہ ہو گیا کہ اندر "کشل سماچار" نہیں۔ معلوم نہیں میرے خط کہاں جا رہے ہیں۔

پچھلے دنوں جو میں نے خط لکھا تھا۔ خدا کرے کہ مل گیا ہو۔ اور تمھاری خفگی دور ہو چکی ہو۔

اس صورتِ حال نے مجھے خود پریشان کر رکھا ہے۔

جُرم ناکردہ گناہی کیا اسی کا نام ہے؟

اَب تمھارا خط آئے تو کوئی بات لکھوں۔

"حدیثِ خواب" اُمید ہے چار پانچ دن میں آ جائے گی۔

اس کے بعد "مہابھارت کتھن مالا" ـــ حکمت و حرف و حکایت کا مرقع کی کتابت غالباً شروع ہو جائے گی۔ چار پانچ سو صفحات ہو جائیں گے۔ اس کا انتساب یوں کرنے کا ارادہ ہے۔

ابھی ارادہ ہی ہے۔

سنسکرت کے مہا پرش دید ویاس کے نام
برمھ پر این شکتی مان گیان مئے نشکام
ششٹا چاری اُپکاری سرب سمرتھ مُنی!
مرتیو لوک میں جس سا نہیں آج بھی کوئی گُنی

میں تو مہابھارت دیکھ کر حیران ہوں۔ پانچ ہزار صفحوں کی گرنتھ ہے۔ مکارم اخلاق کا صحیفہ اس سے بڑھ کر کیا ہو گا؟

میاں خالد کیسے ہیں؟ کیا کر رہے ہیں۔ آس پاس کی کیا خبریں ہیں؟

خالد

۲۹ر دسمبر ۱۹۸۴ء

عفت !

پچھلے خط میں تاریخ میں نے غلطی سے ۲۴ر ستمبر کی بجائے غالباً ۲۱ر ستمبر لکھ دی تھی۔ اس کے بعد برخوردار خالد کا خط ملا۔ اور اس کے ساتھ اس کی ایک مطبوعہ نظم کا تراشہ بھی۔ پڑھ کر بڑی خوشگوار حیرت ہوئی۔ انداز بڑا اچھا تلا، اور الفاظ بڑے موزوں اور برمحل ہیں۔ تکرار نے ایک نیا ذائقہ پیدا کر دیا ہے۔

برخوردار میں قلم کاری کی خداداد صلاحیت معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ آخر میراثِ مادری کا دوسرا حق دار کون ہوگا؟
میں اسے اس کارنامے پر پُرجوش مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ تھوڑی مدت میں اس نے حیران کن ترقی کی ہے۔
خدا کرے کہ وہ محنت سے نہ کنیائے۔ اور اس کا یہ شوق روز افزوں رہے۔

بی اے میں کامیاب ہونے کی مزید مبارکباد۔ !
خدا کرے کہ وہ یونہی فتوحات سے ہم کنار ہوتا رہے !
اور ایک شاد و بامراد زندگی بسر کرے !
اور کیا حال احوال ہیں۔ مطلع ابھی صاف ہوا کہ نہیں؟
کیا لکھ پڑھ رہی ہو ؟
"حدیثِ خواب" اور "حمطًا یا" بھجوا بھیجی ہیں !

خالد

۱۹ر اکتوبر ۱۹۸۴ء

عفت !

پھر تمہارا ڈو مصرعوں پر مشتمل خط ملا۔
حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں ؟
میں نے اس اثنا میں چار پانچ خط تو لکھے ہوں گے۔ معلوم نہیں وہ کہاں غائب ہو رہے ہیں۔ آخری خط پچھلے ہفتے لکھا ہے جس میں "حدیثِ خواب" اور "حمطًا یا" کے پھر بھیجنے کی خبر تھی۔

تمھارے خط تو S.O.S ہوتے ہیں! خطرے کی گھنٹی! حادثے کی علامت!
دیکھ کر طبیعت بے طرح اُلجھ جاتی ہے۔ خدا کرے کہ تم اور دلِ ناصبور کے صبر کا امتحان نہ لو!
اور کتابیں تمھیں مل جائیں۔ اور خط بھی ایک ایک کر کے یا اکٹھے کوئی فرشتہ غیبی تمھیں پہنچا دے!
اپنے بارے میں تم کچھ لکھتی ہی نہیں!
کیا کر رہی ہو؟ کس حال میں ہو۔
وقت کٹی کا کیا ذریعہ ہے؟
لکھنے پڑھنے کی کیا صورت ہے؟
کن لوگوں سے اُٹھنا بیٹھنا ہے؟
کن سے دید و باز دید کے مراسم ہیں؟
میاں خالد کیسے ہیں۔ ان کی کوئی تازہ کاوش؟

خالد

---

۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء

عفت!

خدا خدا کر کے تمھارا خط ملا۔ اور دل کو اطمینان ہُوا۔ کہ تم خیریت سے ہو اور اتنی خفا نہیں ہو۔ خط کبھی کبھی راستے میں اٹک جاتے ہیں۔ دیر سویر ہو جانے سے اس قدر اضطراب و پریشانی کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ زندگی میں پہلے ہی افکار و آلام کم ہیں کہ اضافہ کی ضرورت محسوس ہو؟ ویسے بھی خون کے دباؤ کو حدِ اعتدال ہی میں رکھنا اور رہنا چاہیئے!۔

برخوردار خالد کی مطبوعہ کاوش دیکھ کر مجھے بڑی حیرت اور مسرت ہوئی جس کا اظہار میں نے پچھلے خط میں بھی کیا ہے۔ اسے شوق دلاؤ کہ لکھتا رہے۔ یونہی رفتہ رفتہ منجھ جائے گا! اور اسلوبِ بیان پر حاوی ہو جائے گا! اس میں سپارک ہے۔ اسے روشن رکھنے اور روشن تر کرنے کی ضرورت ہے۔ توجہ، ہمدردی، اور شفقت سے۔ جن سے تم بدرجۂ اتم بہرہ ور ہو!۔

عجیب اتفاق ہے کہ "حدیثِ خواب" ابھی تک ٹائیٹل کی وجہ سے اٹکی ہوئی ہے۔
تین چار دن تک حتمی وعدہ ہے۔ ویسے اُمید ہے اگلے ہفتے دونوں کتابیں "حدیثِ خواب" اور "حمطایا" تمھیں پوسٹ ہو جائیں گی انشاءاللہ۔

"فارقلیط" کا ابھی کچھ ٹھیک نہیں! کتابت ابھی تک میرے پاس ہی پڑی ہوئی ہے۔
دو ایک ہفتوں کے بعد "مہابھارت کتھن مالا" کی کتابت شروع ہونے کی توقع ہے۔ بڑی دلچسپ اور آنکھیں کھولنے

والی کتاب ہے۔

اپنی کہو کیا کہہ کر رہی ہو۔ بہت دنوں سے تمھاری کوئی تحریر نظر سے نہیں گزری!۔

لیل و نہار کیسے کٹ رہے ہیں ؟

غم جاناں سے تو تم بے نیاز ہو۔ بس ایک غم دوراں ہے۔ جو دامن گیر ہے۔ غم "اظہار" کو بھی غا نبا اسی کا حصہ سمجھنا چاہیئے۔ جو اس کا حصہ بھی ہے اور مصلح بھی!۔

لذتِ تخلیق تلخیٔ ایام کے زہر کو چوس لیتی ہے۔

میاں خالد کیسے ہیں؟

گردو پیش کی کیا کیفیت ہے؟

خالدہ۔

۲۳ر اکتوبر ۱۹۹۴ء

عفت!

کیسی ہو۔ اُمید ہے میرا خط مل گیا ہوگا۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ میرے خط مل گئے ہوں گے! "حدیث خواب" اور "حمطایا" کا ایک ایک نسخہ بھجوایا ہے۔ خدا کرے کہ بخیر و خوبی تم تک پہنچ جائیں۔ نہیں تو الٹا لینے دینے پڑ جائیں گے۔ تمھاری پریشانیِ خاطر سے بڑا ڈر لگتا ہے۔

خدا وہ وقت نہ لائے کہ سوگوار ہو تو۔

اور کیا گپ شپ ہے۔

میاں خالد نے اپنی نگارش پر میری رائے پڑھ کر کیا کہا؟ اس کے بعد ان کی کوئی اور کاوش منظر عام پر آئی؟ نہیں آئی تو آنی چاہیئے۔

تمھاری تحریریں آج کل کہاں چھپ رہی ہیں۔ حنا باقاعدگی سے نکل رہا ہے۔ ان سے پوچھوں گا کہ تمھیں کیوں نہیں بھیجتے؟ "قومی ڈائجسٹ" سنا ہے تم نے خود بند کروا دیا کسی مضمون کی اشاعت پر خفا ہو کر۔ پرچوں میں سب طرح کی چیزیں شائع ہوتی رہتی ہیں! آدمی میں رواداری اور سہن شکنی ہونی چاہیئے۔ اختلاف رائے کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیئے۔ احترام آدمیت میں احترام رائے بھی شامل ہے۔ سب لوگ ہم خیال و ہم مذاق کیسے ہو سکتے ہیں؟ گلہائے رنگ رنگ ہی سے اس چمن کی زینت ہے۔

تمھاری صحت کیسی ہے ۔
میاں خالد کے داخلے کا کیا ہُوا ۔ متبادل صورت کیا پیشِ نظر ہے ؟
گردوپیش تو اب عافیت ہے ۔
کن لوگوں یا لوگنیوں سے علیک سلیک ہے ؟

خالد

عفّت !

بارے تمھاری خفگی تو دُور ہوئی اور اس کے ساتھ ہی یہ غلط فہمی بھی کہ میں نے خطوں کے جواب میں کسی بے جا تساہل سے کام لیا ۔ میاں خالد کا خط بھی بہت دل چسپ ہے ۔ میں اس کی نئی نگارش کا منتظر ہوں ۔ اسے لکھتے رہنا چاہیئے ۔ پختگی یونہی پیدا ہوتی ہے ۔ اور تحریر میں رچاوٹ ، گھلاوٹ ، طاقت اور توانائی مسلسل (مَشق) ہی سے آتی ہے ۔ محنت سے بہر حال کسی حال میں مفر نہیں ۔ میری دعائیں اس کے ساتھ ہیں ۔ بڑا ہونہار جوان ہے ۔ اس کے ارادے بلند ہیں ۔ خدا اس کی ہمت کو بلند رکھے ۔ اور اس کے خوابوں کی وادی کو آباد و شاداب ۔ وقت کے ساتھ یہ خواب انشاء اللہ شرمندۂ تعبیر ہوں گے ۔ کیونکہ اہلِ احسان کا اجر ضائع نہیں جاتا ۔ اور قدرت کسی سے بیگار نہیں لیتی ۔

کہاں ایک آب و گِل کا ناکارہ پیکر ۔ فانی ہستی ، اور کہاں جبریل امین ——— تم بھی کمال کرتی ہو ۔ عقیدت میں اتنا غلو نہیں ہونا چاہیئے ۔ گناہ ہوتا ہے ۔ بقول فرمانِ خداوندی کے ۔
ہمارے رسولؐ کا ارشاد ہے :

لَا تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ قَدْرِیْ

یعنی مجھے میرے مقام تک رکھو ۔ اس سے زیادہ نہ بڑھاؤ ۔
کتابوں کا پارسل ملا یا نہیں ۔ آج کل حالات کی ابتری کے باعث ہر چیز دگرگوں ہے ۔ خدا اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔ کس سے فریاد کریں ؟ عدالت کس سے چاہیں ؟
مہابھارت کا میں نے ترجمہ نہیں کیا ۔ صرف انتخاب کیا ہے ۔ دیکھیں کب سامنے آتا ہے ؟
اور کیا گپ شپ ہے ؟

سارا دن گھر میں اکیلی رہتی ہوں۔ اتنی بھی گوشہ نشینی ٹھیک نہیں۔ کچھ لوگوں سے ربط ضبط رہنا چاہیئے۔ کہ گپ شپ بڑی مفرّحِ القلوب ہوتی ہے۔

حنا والے کہہ رہے ہیں کہ وہ پرچہ باقاعدگی سے بھیج رہے ہیں۔ پھر تاکید کردوں گا!

خالد

۱۹ر نومبر ۱۹۸۴ء

عفّت!

لکھنؤ کے لفافے والے خط میں تم نے اپنے پہلے خط کا پشیمان پشیمان لہجے میں ذکر کیا ہے۔ وہ مجھے نہیں ملا۔ تمھاری تحریر تو ہمیشہ بڑی خوب صورت، شاعرانہ، پُر اثر۔ بجل اور بامعنی ہوتی ہے۔ بلکہ معنی خیز کہنا چاہیئے۔ سوائے اس حصے کے جس میں میری بے جا تعریف ہوتی ہے۔

کتابیں تمھیں مل گئیں۔ کتنا بڑا بوجھ اُتر گیا۔ فارقلیط ابھی کاتب کی تحویل میں ہے۔ اس کے آنے میں دیر معلوم ہوتی ہے۔ ناشر بھی زیادہ پُر عزم دکھائی نہیں دیتا۔ اگرچہ ایسا ظاہر نہیں کرتا! ——— دوسرا کاتب "مازماز" اور "طاب طاب" کی کتابت سے فارغ نہیں ہوا۔ ان سے فارغ ہوئے تو "مہابھارت کتھن مالا" اس کے سپرد کروں!

انھوں نے صاحب نے جن ناولوں کا ذکر کیا ہے وہ سب تمھارے ہیں؟ اگر ہیں تو مبارکباد قبول کرو۔ کبھی دیکھنے کو بھی مل جائیں گے۔ ان کی پذیرائی کیسے ہوتی ہے؟ کبھی کسی نے تمھارے فن پر ناقدانہ نظر نہیں ڈالی؟ معلوم نہیں ناقد اتنے بے بصر و بے خبر کیوں ہیں۔ لوگوں نے اپنے گروہ بنا رکھے ہیں۔ اور ان کے حصار سے باہر نہیں نکلتے۔ مگر تمھیں بھی اپنے محدود دائرۂ اشاعت سے باہر نکلنا چاہیئے۔

اور ادبی پرچوں میں اپنی تحریر التزام اور تواتر کے ساتھ بھیجنی چاہیئے۔ گھر بیٹھے کون کس کو جانتا ہے۔ اور یاد رکھتا ہے۔ یہ بزم مئے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی۔

آج کل روبی میں واجدہ تبسم اور اس کے شوہر پر بڑی لے دے ہو رہی ہے۔

میاں خالد کی نظم بڑی پُر اثر ہے "اناتھ" کے لفظ کا استعمال بڑا بلیغ اور برمحل ہے۔ ماشاء اللہ بڑی سرعت سے ترقی کر رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ ماں کا خون اثر لا رہا ہے۔

البتہ دو ایک لفظ روا روی میں اُلٹ لکھ گئے (خط میں)

انداذہ ——— اندازہ ہونا چاہیئے "ز" کے ساتھ۔

انشاللہ تعلیٰ ——— انشاء اللہ تعالیٰ

عام طور پر صرف انشاء اللہ بولتے ہیں۔ اگر خدا نے چاہا۔ اگر خدا کو منظور ہوا۔
اور کیا حال چال ہیں۔ ؟

خالد

۱۵ر دسمبر ۱۹۸۴ء

عفت !

کیسی ہو ؟

تمھیں ادبی پرچوں کا یکسر مقاطعہ نہیں کرنا چاہیئے۔ ان میں چھپتے رہنا چاہیئے۔ اِدھر بھی، اُدھر بھی، یہ نمائش پسندی نہیں۔ بلکہ فنکار کے کسب کا تقاضا ہے۔ اس کے فن کی مانگ ہے۔ چھپنے سے لکھنے کی خواہش تیز تر ہوتی ہے۔ اور پھر لوگوں کا ردِ عمل بھی کسی حد تک معلوم ہوتا رہتا ہے۔ جو ایک آئینے کا کام دیتا ہے۔ اور جس سے تحریر کی تراش خراش میں مدد ملتی ہے۔

برخوردار خالد تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ اور اس کی تحریر میں بڑی روانی اور چاشنی پیدا ہو رہی ہے۔

فارقلیط کی تصیح ہو رہی ہے۔ اصل میں، میں نے اس میں اشعار کے علاوہ حواشی کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے پرانی کتابت کو ٹھیک کرنے میں بڑی مشکل پیش آ رہی ہے۔ مگر امید ہے اسی ماہ یہ کام ختم ہو جائے گا !

"مہابھارت کتھن مالا" بھی ناشر نے کاتب کے حوالے کر دی ہے۔

"تحریریں" کا سالنامہ ۶۰۰ صفحات کا عنقریب آ رہا ہے۔ اس میں ڈیڑھ سو صفحے انہوں نے "گوشۂ خالد" کے لیے مخصوص کیے ہیں۔ جس میں زیادہ تر میری نثری چیزیں ہیں۔ چھپتے ہی ایک کاپی تمھیں بھیجنے کے لیے کہوں گا !

ان دنوں اردو اور پنجابی میں دوہے لکھے۔

اوراق میں چند دوہے چھپے۔ دو اُن میں سے یہ ہیں۔

راہ چھوڑ تینوں چلیں شاعر، شیر، سپوت
لکیر کا جو فقیر ہو، بھاٹ، سیار، کپوت
اگرچہ ہر منو کامنا ہوتی نہیں سپھل
لیکن اس کے باوجود فرض ہے ہم پہ عمل

وغیرہ وغیرہ

اور کیا گپ شپ ہے ؟
تمھاری صحت کیسی ہے ؟

خالد

۲۵ر دسمبر ۱۹۶۴ء

عفت!

آج صبح زیب النسا کے سالنامہ میں تمہارا دلکش افسانہ "محبت تم سے کی میں نے" پڑھا۔ اس میں تم نے میرا ذکر جس انداز سے کیا ہے۔ اس کا شکریہ کیسے ادا کروں۔ ع

دل سوزی و سرمستی و رعنائی و رفعت
یہ چار عناصر ہوں بہم تو بنے عفت
وہ پیکرِ وارفتگی و مہر و محبت
قدرت سے عطا جس کو ہوئی پاکئ فطرت

نئے سال کی مبارک باد بھی قبول کرو۔ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

میاں خالد کیسے ہیں۔ ان کی کوئی اور چیز چھپی؟ ان کی ترقی کی رفتار واقعی حیرت انگیز ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

تحریریں کا سالنامہ غالباً مل گیا ہوگا؟

اور کیا حال احوال ہیں!

خالد

۱۰/ فروری ۱۹۸۵ء

عفّت!

تمہارا مسرور کن خط ملا۔ اس سے پہلے میں تمھیں ایک خط لکھ چکا تھا۔ اس لیے اس کے جواب میں خلافِ معمول تاخیر ہوئی ——————
ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا۔

زیب النساء کا سالنامہ ملا یا نہیں؟ "ماذ ماذ" اُمید ہے اب تک مل چکی ہوگی۔ اگر اس کے بخیر و خوبی پہنچنے کی اطلاع مل جائے تو پھر پین بھی ارسال کرنے کا سوچوں۔ ایک صاحب دِلّی جانے والے تھے۔ مگر غچّہ دے گئے۔ غالباً گئے ہی نہیں۔ یا پھر حسبِ وعدہ مجھے مل کر نہیں گئے۔

ایک پارسل میں ایک ہی سیٹ بھیجوں۔ (سیٹ میں ایک قلم اور ایک بال پن ہوتا ہے۔) یا دونوں ہی؟ بس ذرا راستے میں کھو جانے کا ڈر ہے۔ جیسے کہو!

طاب طابٔ آج کل پریس میں ہے۔ ڈائری اس کے ساتھ ہی بھجواؤں گا! میاں خالد کی نئی تخلیق کا انتظار ہے۔ ان کا خط اب بہت صاف بہت رواں ہو چلا ہے۔ تحریر میں شگفتگی اور طراری بھی آتی جاری ہے۔

اللّٰھم زد فزد

میری طرف سے انھیں بہت بہت شاباش دو!

ہر سفر میں بس پہلا ہی قدم کٹھن ہوتا ہے۔

حفیظ صدیقی نے شاید تمھیں خط لکھا ہو۔ اگر مناسب سمجھو تو وہ افسانہ جسے خوفِ فساد خلق سے تم نے کنجِ فراموشی میں ڈال رکھا ہے۔ اسے بھجوا دو۔ "تحریریں" کے آنے والے افسانہ نمبر میں شامل کر لے گا۔

اور کیا گپ شپ ہے؟

خالد

۲۴/ جنوری ۱۹۸۵ء

عفّت!

میرا پچھلا خط اُمید ہے مل گیا ہوگا۔ اس میں جو دو شعر تھے۔ ان میں دوسرے شعر کا دوسرا مصرعہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔

قدرت نے عطا کی ہے جسے پاکیٔ فطرت
قدرت سے ہوئی جس کو عطا "
جس کو ہوئی قدرت سے عطا "

کی ہے جسے قدرت نے عطا پاکیٔ فطرت

تمھیں پانچوں میں سے کون سا زیادہ پسند ہے؟

تمھاری طبیعت کیسی ہے۔ خدا تمھیں تر و تازہ، شاد و شگفتہ رکھے۔ اور تمھارے بہار آفریں قلم کو رواں دواں —

میاں خالد کیسے ہیں۔ ان کی کوئی نئی تحریر، کوئی نئی پیش رفت؟ میں پین بھجوانا چاہتا ہوں۔ مگر راستے کے رہزنوں کا خیال دامن گیر ہے۔ کوئی قابل اعتماد آتا جاتا مل گیا، کوئی اور موزوں ترکیب نظر آئی تو ان کی فرمائش پوری کردوں گا۔ ویسے مجھے فاؤنٹن پین سے لکھے زمانہ ہو گیا۔ ہمیشہ اسی مارکر سے لکھتا ہوں۔ جس سے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ چار پانچ روپے کا آتا ہے۔ اور بہت دنوں تک چلتا ہے۔

سالنامہ تحریریں مل گیا تھا؟

اپنی خیریت سے مطلع کرو۔

خالد

۲۶ر فروری ۱۹۸۵ء

عفت!

تمھارا دو سطری خط کل بڑے انتظار کے بعد ملا۔ تمھارے سردرد اور آشوبِ چشم کی خبر بڑی افسوس ناک ہے۔ فوراً کسی اچھے معالج سے رجوع کرو۔ یہ درد تو بڑا جان لیوا ہوتا ہے۔

خدا کرے کہ دونوں سالنامے تمھیں اب تک مل چکے ہوں۔

ایک عجیب حادثہ ہوا۔ تمھارے شہر میں طنز و مزاح کی عالمی کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس میں شرکت کے لیے سید ضمیر جعفری آئے ہیں۔ پچھلے ہفتے ان سے ملاقات ہوئی۔ تو میں نے کہا کہ جاتے ہوئے مجھے بتا کر جایئے۔ میں ایک دو چیزیں بھیجنا چاہتا ہوں۔ دو پیکٹ قلموں کے (ایک پارکر ایک شیفر) "ماذ ماذ" کا نسخہ (کتاب ابھی پرسوں چھپ کر آئی ہے۔) اور ایک آدھ ڈائری۔ مگر کل معلوم ہوا کہ وہ تو جا بھی چکے۔ بہت رنج ہوا۔

پین تو ابھی میرے پاس ہی ہیں! کتاب البتہ حفیظ صدیقی کو دے دی ہے۔ وہ نا بنا پرسوں تمھیں رجسٹری کر دیں گے! مجھے کتنی خوشی ہوتی۔ اگر یہ چیزیں تمھیں اب تک مل چکی ہوتیں۔ مگر۔

ما در چہ خیالم و فلک در چہ خیال۔

میاں خالد کی طرف سے بھی مسلسل خاموشی ہے۔ کس عالم میں ہیں۔ کیا ان کی تخلیقی رو کچھ سست پڑ گئی؟
ان دنوں کیا کر رہے ہیں؟ خدا تمھیں جلد درد سے نجات دے۔ کہ اپنے معمولات کو آرام سے جاری رکھ سکو! ایک دل ہے ہزارہا غم ہے۔
اور کیا گپ شپ ہے۔
تحریریں والے افسانہ نمبر کے لیے تمھارے افسانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس مضمون کا خط بھی بقول ان کے پرچے کے اندر تھا!

خالد

---

۲۰ مارچ ۱۹۸۵ء

عفت!

تمھارے دونوں دل نواز خط ملے۔ اور ساتھ ہی میاں خالد کی تحریر دل پذیر بھی۔ انگریزی میں انھوں نے خوب زورِ طبیعت دکھایا ہے۔ اب اس کی اردو تو بالکل صاف اور رواں ہو گئی ہے۔ ان کی ترقی اور پیش قدمی کی رفتار حیران کن ہے۔ موضوعِ سخن انھیں خود ہی تلاش کرنا چاہیئے۔ کسی کا قول ہے۔

اصل میں ہماری طاقت اور توانائی کا سرچشمہ ہمارے اندر ہی سے پھوٹتا ہے۔
اور قولِ رسولؐ! استفت قلبك
کے مطابق ہمیں فتویٰ اپنے دل ہی سے لینا چاہیئے! کیونکہ وہی صحیح مشورہ دیتا ہے اور ہماری صحیح رہنمائی کرتا ہے۔

(فالھمھا فجورھا و تقوٰھا)

رات کے آسمان کے ستاروں کی طرح

(و بالنجم ھم یھتدون)

کم بختوں نے ڈاک کی شرح بے تحاشا بڑھا رکھی ہے ایسے میں کتابوں رسالوں کی آرجار کیسے ہو سکتی ہے۔ معلوم نہیں پس ماندہ ملکوں کے اہلِ اقتدار کتابوں کے دشمن کیوں ہوتے ہیں؟ انھیں علم اور اس کے فروغ سے کد کیوں ہوتی ہے؟

پرسوں دونوں سیٹ تملموں کے، ایک ڈائری، اور ایک کتاب (خالد۔ شخص و شاعر) پارسل کروائے ہیں۔ ایئرمیل سے۔ کہتے تو ہیں کہ ہفتے عشرے میں مکتوب الیہ تک پہنچ جائیں گے۔

دیکھیں — بہرحال ملتے ہی مطلع کرنا کہ تسلی ہو جائے۔

تم نے کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ ان میں تحریریں کے تین خالد نمبر شامل نہیں۔ کیا وہ تمہارے پاس نہیں پہنچے تھے۔ سیّارہ کا خالد نمبر جس زمانے میں شائع ہوا۔ اُس وقت تو دونوں ملکوں میں ڈاک کی ترسیل بند تھی۔ ڈاک کے کھلنے پر بھجوایا تھا۔ اب تو وہ دستیاب بھی نہیں۔

تحریریں کے چند سیٹ غالباً موجود ہیں؟ نہ ہوں تو بھجوانے کا بندوبست کیا جائے۔

"باجی" وحیدہ نسیم نے معلوم نہیں تم سے کیا کہا جس کا تم نے اتنا شدید اور منفی اثر لیا۔ آدمی کو چھوٹی چھوٹی باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اپنی ذات پر اعتماد رکھنا چاہیئے۔ اور اپنی صوابدید کے مطابق اپنے معمولات کو ترتیب دینا چاہیئے۔ اپنی خوشی کی باگ ڈور لوگوں کے ہاتھ میں کیوں دی جائے۔ اور ان میں سے چند کے نازیبا و ناروا سلوک کی وجہ سے اپنے آپ کو زندگی کی نعمتوں سے کیوں محروم کیا جائے؟ ہنگامۂ رنگ و بو سے اپنے آپ کو کیوں الگ کیا جائے؟

میاں خالد کی چھپی ہوئی تحریر دیکھنے سے خواہش جلد پوری ہونی چاہیئے!

خالد

نگارِ ارضِ دکن سے کوئی کہے جا کے!
دیارِ پاک میں، اِک حسن دوست شاعر کو
مُراسلے کا ترے انتظار ہے کب سے!

---

۳۰ اپریل ۱۹۸۵ء

عفت!

تمہارا چند سطری "قنوطی" خط ملا۔

لفافہ چاک کرتے ہی میں بھانپ گیا تھا کہ راوی چین نہیں لکھتا؟

کون فریاد کروں تو سنے گا مری آوازِ فغاں؟

کوئی نہیں۔

اس کے بعد بھی ایک پیکٹ میں نے بھجوایا تھا۔ جس میں دو کتابیں تھیں۔

"طاب طاب" اور تاریخ ادب عربی۔ برخوردار خالد کے لیے۔

گھر میں مہمانوں کی آمد جار کی وجہ سے مجھے بالکل وقت نہ مل سکا۔ کہ اس کے سوالوں کے جواب لکھتا۔

اور پھر وقت بھی بہت کم تھا۔ بمشکل ہی میرا خط مطلوبہ تاریخ سے پہلے پہنچ سکتا!

اس کوتاہی کے لیے سخت شرمندہ اور معذرت خواہ ہوں؟

اور کیا گپ شپ ہے!

باقی تمہارا خوشی کا خط ملنے پر!

خالد

عفت!

تمہارے خط کا شدت سے انتظار ہے۔

چند دن پہلے بھی میں نے ایک مختصر سا خط لکھا تھا!

خدا کرے کہ دونوں پارسل تمہیں مل چکے ہوں!

میاں خالد کیسے ہیں۔

ان کی کوئی تازہ کاوش؟

کوئی نئی نگارش؟

خالد

---

۱۸ مئی ۱۹۸۵ء

عفت!

تمہارے خط نے کارِ مسیحائی کیا! کتنا بڑا بوجھ سر سے اُتر گیا۔ اور میں نے بہت دنوں کے بعد خود کو کتنا ہلکا پھلکا محسوس کیا —— جیتی رہو!

پاک پروردگار، عینِ حیات
رکھے شاداب و شادماں تم کو

شکر ہے کہ بے رحم راہزنوں کی دستبرد سے محفوظ رہ کر یہ حقیر چیزیں تم تک بحفاظت پہنچ گئیں۔

تمہارے افسانوں کی بنکاک سے اشاعت حیرت افزا حد سے خوش کن اور مسرت بخش ہے۔ اس پذیرائی کو تمہارے سمندِ شوق کے لیے مہمیز کا کام دینا چاہیئے! اور تمہیں بے یقینی اور مایوسی و نومیدی کے دھندلکوں سے نکل کر زیادہ مستعدی، خوش دلی اور تندہی سے "پرورشِ لوح و قلم" کرنی چاہیئے کہ تمہاری "مکتی" اور تمہارا "نروان" اسی میں ہے۔

میرے پاس ایک ویسی ہی ڈائری اور پڑی ہوئی ہے۔ آئندہ کسی کتاب کے ساتھ روانہ کردوں گا!

میاں خالد کو اپنی ضرورت کی کتاب مل گئی۔ چلو اچھا ہوا۔ یہ اس کے لیے ایک اتالیق کا کام دے گی۔ ویسے بھی سُنا ہے کہ آج کل بھارت میں عربی کا بڑا زور شور ہے۔ اور نہ صرف ہندو مرد بلکہ "مہیلائیں" بھی جن میں کثرت "کنیاؤں" کی ہے۔ اسے بڑے ذوق و شوق سے پڑھ رہی ہیں —— سیّال سونے کی فضاؤں کی کشش!

اور کیا گپ شپ ہے!

میاں خالد نے کوئی نئی چیز نہیں لکھی؟

آج کل کون سے امتحان کی تیاری کر رہے ہیں؟

دُکان باقی ہے۔ یا بالکل ہی ختم ہو گئی تھی؟

چڑھے قرض کا کیا ہوا؟

۳۰ رجون ۱۹۸۵ء

عفّت!

دونوں مسحور کن خط بھی ملے۔ اور ماں بیٹے کے محبت بھرے عید کے تبریک نامے بھی۔

تمہارے قلم میں کیا جادو ہے۔ جو تمہاری تحریر کو اس قدر دلفریبی، اس قدر قوت تسخیر و تاثیر عطا کرتا ہے۔ تمہارے تخیل کی جولانی، تمہارے جذبے کی شادابی، تمہاری طبیعت کی طرح داری ——— سب مل جل کر کیسا دھنک رنگ سماں پیدا کرتے ہیں؟

میں تمہاری محبت وارادت کا حق ادا نہیں کر سکتا!۔ اور نہ ہی مجھے اپنی بے مایہ ذات میں وہ اوصاف وشمائل نظر آتے ہیں۔ جن کا تم بار بار اس والہانہ انداز سے ذکر کرتی ہو۔ کہنے والوں نے غالباً ٹھیک ہی کہا ہے کہ حسن دیکھنے والے کی نظر میں ہوتا ہے۔

بہر حال اپنی خوش نصیبی پر رشک آتا ہے کہ اسے ایک اس قدر چاہنے والی، سراہنے والی، روشن دماغ، شیوا بیان، نکتہ شناس وسخندان مدّاح ملی ہے۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

خدا تمھیں عمرِ خضر عطا کرے۔ اور تمہارے پری گوشۂ تمنا کو سدا بہار رکھے۔

میاں خالد کے راستے کی مشکلات کو بھی مشکل کُشا اپنے کرم سے دُور کرے۔

اور کیا حال احوال ہیں۔

مجموعے کی اشاعت کس مرحلے میں ہے۔ بنکاک سے چھپنے والی کتاب کب تک آرہی ہے۔

"مہابھارت کتھن مالا" کی کتابت مکمل ہوگئی ہے۔ اور بھی دو چار کتابیں آرہی ہیں۔ (کتابت شدہ) دیکھیں کب تک اشاعت پذیر ہوتی ہیں۔

گرمی یہاں بھی بے پناہ پڑ رہی ہے۔ مگر ـــ

کرتے ہیں جو گرمی کی شکایت ان سے
قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا
وَقِنَا رَبَّنَا عذاب النّار!

خالد

۸ر جولائی ۱۹۸۵ء

عفت!

ایک خط تو چند دن پہلے لکھ چکا ہوں۔

بدلہ لینے یا سزا دینے کے بارے میں تو بہت پہلے غالب کہہ چکے ہیں۔

ان پریزادوں سے لیں گے خلد میں ہم انتقام
قدرت حق سے یہی حوریں اگر واں ہو گئیں

تمھارے بارے میں تو "اگر" کا کوئی اندیشہ نظر نہیں آتا۔ اپنے بارے میں البتہ کچھ نہیں سکتا کہ بار باغاتِ بہشت میں ملے گا یا نہیں؟

چلو بقولِ یگانہ! ترسنے میں بھی ہے اک کیفیت، ترستا جا

گرمی یہاں بھی ان دنوں بے پناہ پڑ رہی ہے۔ اور اُوپر سے طول و طویل وقفوں کے لیے بجلی کی روپوشی! قہر بالائے قہر!

"مہابھارت کتھن مالا" کی کتابت مکمل ہو گئی ہے۔ ۳۶۰ صفحات بنے۔ فرہنگ اس میں شامل نہیں۔

اگر قدرت کو منظور ہوا تو اسے الگ مرتب کرنے کی کوشش کروں گا! اگر حالات سازگار رہے تو اگست کے اوائل میں آ جانی چاہیئے۔

تین چار اور کتابیں بھی پریس میں جانے کے لیے تیار ہیں۔ خدا کرے کہ جلد آ جائیں تو طبیعت یکسو ہو کر دوسری طرف راغب ہو۔

تمھاری کتاب کا کیا ہوا۔

میاں خالد کی سرگرمیاں کیا ہیں؟

عربی میں کہاں تک معرفت حاصل کر لی؟

ان کے نصاب میں کون سی کتاب شامل ہے؟

ان کی کوئی نگارش اس دوران میں اشاعت پذیر نہیں ہوئی؟

اشہبِ قلم کو گرم جولاں رکھنا چاہیئے کہ اس رہ میں قرار بے محل ہے

تمھارے افسانے کن کن پرچوں میں آئے؟

تمھارے دلچسپ مضمون کا انتظار ہے۔

اور کیا گپ شپ ہے؟

خالد

۲۹؍جولائی ۱۹۸۵ء

عفت!

تمہارا شاعرانہ نہیں بلکہ ساحرانہ خط چند دن ہوئے ملا۔ سوچتا رہا۔ کہ تمہیں کیا لکھوں؟ اور تمہارے جذب و جنوں کا جواب کن الفاظ میں دُوں؟ میں سوائے تشکّر و امتنان کے اتھاہ جذبے کے اور کیا پیش کر سکتا ہوں۔

اتنی چاہنے والی اس فانی زندگی میں کس ابنِ بشر کو نصیب ہوتی ہے۔ یہ والہانہ پن۔ یہ از خود رفتگی، یہ سرمستی و بے باکی، سمجھ میں نہیں آتا یہ قرض کیسے چکاؤں؟

نجانے کسی کے اس قول میں کہاں تک صداقت ہے۔

ساقی مدام بادہ بہ اندازہ می دہد

کتابوں کے بارے میں فکرمندی بے جا ہے۔ "مہابھارت" اُمید ہے دو ایک ہفتوں میں آجائے گی۔ اور آتے ہی تمہیں روانہ ہو جائے گی ڈائری کے ساتھ اگرچہ وہ باسی ہو چکی۔ مگر۔ باسی پھولوں کا اپنا مزہ ہے۔ میں نے حکایتِ سنے۔ (حدیثِ خواب) میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ علی عبّاس حسینی کے ایک افسانے کے حوالے سے کرداروں کے نام دیئے ہیں۔ الگ سے افسانہ نگار کا نام نہیں دیا۔)

دوسری کتابیں ابھی پریس نہیں گئیں۔ دو تو تیار ہیں۔ دو کی جُڑائی ہو رہی ہے۔ شاید؟ ستمبر اکتوبر میں ان کی اشاعت کی نوبت آجائے۔ کاغذ کی گرانی بھی ناشروں کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ اور پھر کتابوں کے خریدار ابھی کہاں ہیں؟ سب زبانی جمع خرچ ہے۔ اس لحاظ سے اُردو بڑی مظلوم بڑی کس مپرس زبان ہے۔ جس کو دودھ پینے والے مجنوں تو مل جاتے ہیں۔ مگر خون دینے والے کوئی عاشقِ جانباز و جاں نثار کبھی کبھار ہی دستیاب ہوتا ہے۔ خیر۔

ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

بیسویں صدی میں تمہارا افسانہ دیکھا۔ کیا تیور ہیں!

مجموعے کا کیا ہوا؟

میاں خالد کیسے ہیں۔ ان کے لکھنے لکھانے کے شوق کا کیا ہُوا؟

فارغ وقت میں کیا کرتے ہیں۔

تمہیں گرمی کی شکایت تھی۔ اب برسات کے حبس سے کیسے نبھ رہی ہے؟

خالد

۸ راگست ۱۹۸۵ء

عفت !

یہ تم بار بار کیا پوچھتی ہو کہ "آپ میرے خط بتمام و کمال پڑھتے ہیں ؟"
تمھاری تحریر میں تو ایک طلسمی کیفیت ہوتی ہے۔ ایسی ایسی باتیں ایسے دلفریب لہجے میں کہتی ہو۔ اور اس میں نفس کی فربہی کا اتنا سامان ہوتا ہے۔ کہ خط کو دو تین بار پڑھ کر بھی سیری نہیں ہوتی۔ معلوم نہیں یہ اندازِ کافری، یہ شیوۂ ساحری، یہ طریق ساحری تم نے کہاں سے سیکھا؟

تمھارا خط پڑھ کر میرے دل میں اپنی بے بضاعتی اور بے سرو سامانی کا احساس ہمیشہ بڑھ جاتا ہے

سودا جو ترا حال ہے ایسا تو نہیں وہ

کل ایک مضمون دیکھ رہا تھا۔ اس میں ایک ذہنی کیفیت کا ذکر تھا۔ جو آج کل امریکہ میں عام ہے

جس میں آدمی کو ہمیشہ ڈر رہتا ہے کہ میری قلعی نہ کھل جائے۔ میرا ابھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ میرا ملمع نہ اتر جائے۔ کیونکہ جو میں نظر آتا ہوں۔ وہ نہیں ہوں۔

بظاہر وہ آدمی لوگوں کو کامیاب و کامران نظر آتا ہے۔ اسے مال و منصب کی ہر آسودگی میسر ہوتی ہے۔ مگر اندر ہی اندر ایک بے مایگی کا احساس اسے ڈستا رہتا ہے۔ اور ہر وقت ایک نامعلوم خوف میں مبتلا رکھتا ہے۔

تمھارے بارے میں تو مختصراً یہی کہہ سکتا ہوں۔۔

تم مرے پاس ہوتی ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اور کیا حال احوال ہیں ؟
لکھنے پڑھنے سے طبیعت اُچاٹ کیوں ہوتی جا رہی ہے ؟
زندگی کے میلے سے کنارہ کش نہیں ہونا چاہیئے۔
میاں خالد کو خداوندان کے عزائم میں کامیاب کرے۔
ان کا خط بڑا شستہ اور رواں ہے۔
ان کی چھپی ہوئی چیز دیکھ کر ہی انھیں الگ سے لکھوں گا !
"عبارت" آج کل میں آنے والی ہے۔ آتے ہی دکن کو روانہ ہو گی !

خالد

۱۷/اگست ۱۹۸۵ء

عفت !

عجیب لطیفہ ہوا۔

پچھلے خط میں، میں نے مومن کا ایک شعر لکھا تھا۔ اس کے "ہوتے" کو "ہوتی" سے بدل کر۔ خط بھجوا چکا تو اچانک مجھے کھٹکا کہ مصرع میں سکتے کا خفیف سا احساس ہوتا ہے۔ اور پڑھنے میں زبان غوطہ سا کھا جاتی ہے۔ پہلے بھی مجھے اس قسم کا احساس تھا مگر مبہم، لیکن اس وقت ذرا سنجیدگی سے اس پر غور کیا۔ اور اس پر ایک مختصر سا نوٹ لکھا۔ جو آج کے روزنامہ "نوائے وقت" میں شائع ہوا ہے۔

تمہاری اطلاع اور دلچسپی کے لیے اخباری تراشے کی عکسی نقل ملفوف ہے۔

زیب النساء میں تمہارا افسانہ اور ناول کی قسط دیکھی۔ معلوم نہیں تم اس قدر پیچیدہ، دلچسپ اور طویل کہانیاں کیسے تخلیق اور قلم بند کر لیتی ہو؟

تمہاری بے پناہ خلاقی اور قوتِ کار کی بے ساختہ داد دینا پڑتی ہے۔

اور شب و روز کیسے ہیں۔

خط کا فوری محرک وہی شعر تھا۔

مہابھارت چھپ گئی ہے۔ لیکن ابھی اس کی جلد بندی باقی ہے۔ ناشر کی کوتاہی کی وجہ سے دفتری نے ابھی تک پریس سے فرمے اٹھائے ہی نہیں۔

ثانی لاثانی، بوتراب، اور منحمنا (نیا ایڈیشن اضافہ و ترمیم کے ساتھ) پریس میں ہیں۔ ستمبر میں انشاءاللہ آ جائیں گی۔ فارقلیط کی جڑائی بھی اُمید ہے چند دن میں مکمل ہو جائے گی۔ اگر خدا نے چاہا تو ستمبر کے آخر تک یہ سب کتابیں تمھیں پہنچ جائیں گی۔ انشاءاللہ۔

عبدہٗ بھی غالباً اس وقت تک آ جائے۔

ان کے علاوہ تمھیں کس کتاب کی ضرورت ہے؟

اَب مومن کے شعر کو یوں پڑھو۔

پاس ہوتی ہو تم مرے گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اگر چاہو تو میرے معروضے کو کسی اخبار یا رسالے میں شائع کروا سکتی ہو۔ دلچسپ بحث رہے گی۔

میاں خالد کی تحریری سرگرمیاں کیا ہیں۔ لسانیات کی پڑھائی کو ان میں حارج تو نہیں ہونا چاہیئے!

آج اخبار میں شاذ تمکنت کی ناگہانی موت کا پڑھ کر انتہائی صدمہ ہوا۔

خالد

۱۹؍اگست ۱۹۹۶ء

عفت!

تمہارا "سرور آور" خط ملا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ سنہری دھاگا بھی۔ جس میں کسی کے لمس ناز کی حرارت ابھی تک موجود ہے۔

تم کتابوں کے لیے بے وجہ پریشان ہو رہی ہو۔ فارقلیط کے چھپنے کی نوبت ابھی کہاں آئی۔ ابھی تو وہ جبرائی کی منزل میں ہے۔ "مہابھارت" چھپ چکی ہے۔ مگر جیسے میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا۔ ناشر کی حماقت کی وجہ سے ابھی دفتری کے پاس نہیں پہنچی۔ شاید اس ہفتے معاملہ سلجھ جائے!

ثانی لاثانی، بوتراب، اور منحمنّا غالباً ستمبر میں کسی وقت آجائیں۔ تینوں اس وقت پریس میں ہیں۔ جو کتاب جب بھی آئے گی تمھیں بھجوادی جائے گی۔ پورا اطمینان رکھو۔

اور کیا حال احوال ہیں۔

میاں خالد کی بول چال کی اردو کا پڑھ کر قدرے تعجب ہوا۔ کیا حیدرآباد کے لوگ اردو نہیں بولتے۔ کیا وہ ان میں اٹھتا بیٹھتا نہیں؟ اس کے دوستوں میں کیا مسلمان لڑکے شامل نہیں جن کے گھروں میں اردو بولی جاتی ہو۔

معلوم ہوتا ہے تم بھی اس کی طرف سے بہت بے پروا رہی ہو۔

اس کی تحریر تو اب بہت صاف اور رواں ہے۔ اسے دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔ ہنسی اڑانے کا تو الٹا اثر ہوگا! ہرا ہوئے وحشی محبت ہی سے رام ہوتا ہے۔ اور اسے تم سے بہتر کون سمجھتا ہے۔

مطبوعہ نعت میں آخری سے پہلا بند چھوٹ جانے کی وجہ سے آخری بند خارج از سیاق معلوم ہوتا ہے۔ وہ بند یہ تھا:

لَاهُمّ عظَمُ شانهٗ جس کا لقب ہے عبدہٗ
جس کی صفت عبدِ شکور

(اللّٰھم کا مخفف)

رحمان نیر سے تمھیں کہنا چاہیئے تھا کہ مجھے ہر طرح کی اجازت حاصل ہے۔ شک ہو تو پوچھ کر تسلی کرلیں!

خالد

۲۱ اگست ۱۹۸۵ء

عفت!

کل والے خط میں دوسرے فقرے کو یوں پڑھو۔

بس میں کسی کے لمس ناز کی حرارت سے

ع اک لرزشِ خفی مرے سارے بدن میں تھی!

حسرت کا پورا شعر ہے۔

تاثیر برق حسن جو اس کے سخن میں تھی
اک لرزشِ خفی مرے سارے بدن میں تھی

خالدہ

یکم ستمبر ۱۹۸۵ء

عفت!

تم تو بڑے خوب صورت شعر کہتی ہو۔ تمہارا یہ رُخ پہلی دفعہ کھُل کر سامنے آیا۔ اس طرف توجہ دو۔ اور آج کل کی شاعرات کو ان کے میدان میں شکست دو۔ شعر پڑھ کر یہ مصرعہ ذہن میں آیا۔

موضوعِ غزل، غزل سرا ہے

کتابوں کی میں نے نشان دہی کر دی ہے۔ چھ میں سے تین تو مل گئی ہیں۔ باقی تین کا انتظار ہے۔ میرا خیال ہے اکٹھی ہی بھجواؤں۔ تاکہ کچھ تو تمہاری سیری ہو۔ اگرچہ تمہاری پیاس ایسی ہے کہ جتنی بجھتی ہے۔ اتنی ہی اور بھڑکتی ہے۔ یہ بھی اچھا ہے کہ زندگی اسی سوزِ ناتمام اسی اضطرابِ مسلسل اسی التہابِ جاوید کا نام ہے!

میاں خالد کوئی نئی کاوش مجھے بھیجیں تو اس پر رائے زنی کروں۔ کیا ان کا جوش کچھ کم پڑھ گیا؟ ان کے یار دوست کس قسم کے لوگ ہیں؟ ان کی تعلیم کیسے جا رہی ہے۔ فارغ وقت میں کیا کرتے ہیں۔ ہندی میں کہاں تک درک ہے۔؟

تمہارے خط تو گویا "شراب کہنہ" آتشہ ہوتے ہیں۔ پڑھ کر ندامت بھی ہوتی ہے۔ اپنی تہی دامنی پر۔ اور سرور بھی آتا ہے اپنی خوش نصیبی پر۔ جس کا باعث صرف کسی کی معصوم عقیدت ہے!

بقول شاعر (شعر شاید پہلے بھی کبھی میں نے لکھا ہو۔)

وَ عَیْنُ الرِّضَا عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیلَۃٌ
کَمَا اِنَّ عَیْنَ السُّخْطِ تُبْدِی الْمَسَاوِیَا

پسندیدگی کی نگاہ ہر عیب سے چشم پوشی کرتی ہے۔ بعینہٖ جیسے خفگی و عناد کی نگاہ برائیوں کو آشکارہ کرتی ہے۔
خدا نے ہمیں خطا پوش و عفو کوش "طرف دار" چاہنے والے دیئے ہیں۔ یہ بھی اس کی کرم نوازی ہے۔ وہی دلوں میں محبت ڈالتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ انسانی دل میری انگلیوں کے درمیان ہیں۔ چاہوں تو انھیں قریب کردوں۔ چاہوں تو دور —
چاہوں تو سیدھا۔ چاہوں تو ٹیڑھا۔
اور کیا گپ شپ ہے؟

خالد

۱۶ ستمبر ۱۹۸۵ء

عفت!

کل شام تمہارا اُدھر فی مکتوب ملا۔ یہ رتجگے تم نے کب سے شروع کیے ہیں۔ اپنی شکتی سے زیادہ اپنے اُوپر بوجھ نہیں لینا چاہیئے۔ اپنی صحت سب سے مقدم ہے۔
(اوّل خویش بعدہٗ درویش)

وہ پارسل تو مجھے نہیں ملا۔ آج ان صاحب کو خط بھی لکھ دیا ہے۔ لیکن یہ تم نے کیا ستم ظریفی کی۔ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے ایک دردِ سر مول لے لیا۔ آخر اس پارسل کی کیا ضرورت تھی؟ روحانی معاملات میں یہ مادی اشیاء کہاں سے آگئیں؟ میں نے اس بات کو بالکل اچھا محسوس نہیں کیا!

اب بیٹھی تم کڑھ رہی ہوگی۔ اور ان صاحب کو کوسنے بھی دے رہی ہوگی۔ زندگی میں پہلے ہی پریشانیاں کیا کم ہیں کہ دیدہ و دانستہ بلا وجہ ان میں اور اضافہ کیا جائے!

طبیعت بحال ہو تو اپنے بارے میں تفصیل سے لکھو!۔

میاں خالد کیسے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

مومن کے شعر کے بارے میں ستمبر کے کتاب نما (مکتبہ جامعہ دہلی) میں میرا خط چھپا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اختلافی خط پروفیسر عنوان چشتی صاحب کا ہے۔ اُنہوں نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا ہے!
"مومن کا مصرعہ اصلاح شدہ مصرع سے زیادہ دل کش اور فصیح ہے۔ اصلاح شدہ مصرع الفاظ کے دروبست کے نقطۂ نظر سے کمزور ہے۔"

خالد

۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء

عفت!

کل شام تمہارا دلربا خط ملا۔ وہ پنجابی نظم میری نہیں تھی۔ اگرچہ میں بھی پنجابی میں لکھتا ہوں۔ اور شاید کچھ عرصہ بعد میرا مجموعہ بھی آجائے!۔ وہ نظم ایک شاعرہ وَرَدَہ نامی کی تھی۔ اس کا ترجمہ یوں ہے۔

سات ستاروں کا جھُومر

شاعری کے آسمان کے اُوپر
چھوٹے بڑے لاکھوں ستارے چمک رہے ہیں
ہر ستارہ
اپنی جگہ بہت منوّر، روشن، پیارا
ایک دوسرے سے بڑھ کے چمکے
ایک دوسرے سے حسین تر لگے
سب سے حسین کسے کہوں؟
سب سے روشن کسے لکھوں؟
مگر اس نیلے آسمان پر
سات ستارے ہردم اکٹھے
جھلمل جھلمل کریں
آنکھوں میں کھبتے جائیں
ہر ایک کے من بھاؤنے
یہ سات انمول موتی
کعبؓ، حسانؓ، بوصیریؒ، جامیؒ، حالیؒ خالد اور اقبالؒ
خدا کرے ہر وقت رہیں نہال!

خالد

عفت!

ہم تو اب تک اسے "زن بیوہ" ہی پڑھتے اور سنتے رہے۔ "پیوہ"

Paywah Piwah Payah Puyah a moth

دوسرے اس کا پھوہڑ یا بدسلیقہ ہونا شادی کے بعد کھلے گا۔ جب ملمع اُترے گا۔ اور وہ اپنے اصلی رنگ روپ میں سامنے آئے گی۔ اس سے پہلے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ جب طالب و مطلوب دونوں پر ملمع چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کو طلب و آرزو کی رنگین عینک سے دیکھتے ہیں!

کلیلہ و دمنہ میں ہے۔! ایک کنوارے زاہد نے ایک جہاندیدہ زاہد سے پوچھا۔ شادی کس عورت سے کرنی چاہیئے اس نے کہا جو عورت شوہر پرست ہو۔ اور بچوں کی اچھی طرح پرورش کر سکتی ہو۔ جس کے گھر میں صالح عورت ہوتی ہے اس گھر میں نور برستا ہے۔ پھر اس کنوارے زاہد نے دریافت کیا کہ نکاح کس عورت سے کرنا چاہیئے۔ اس نے جواب دیا! حنانہ، منّانہ، انّانہ۔ تین طرح کی عورتوں سے نکاح کرنا اچھا نہیں ہوتا۔

حنّانہ وہ عورت جو پہلے بھی کسی سے نکاح کر چکی ہو۔ اس کا پہلا شوہر مر گیا ہو۔ یا اس نے طلاق دے دی ہو۔ اور وہ اُسے بھولی نہ ہو۔

منّانہ۔ روپے پیسے والی عورت کو کہتے ہیں۔ جو دولت سے شوہر کو دبانا چاہے۔

انّانہ اس عورت کو کہتے ہیں جو شوہر کو دیکھتے ہی اپنی بیماری کا ذکر شروع کر دے! ایسی عورت کو دیکھ کر آدمی نیم مردہ حالت میں نظر آنے لگتا ہے۔ اور ہر وقت افسردہ رہتا ہے۔

خرد افروز (عیار دانش) تین قسم کی رنڈیوں (عورتوں) سے پرہیز کرو۔ پہلی وہ کہ جس نے پہلا خصم چھوڑ دیا ہے۔ اور ہمیشہ اس کی یاد میں رہتی ہو۔ دوسری وہ جو اپنے دست و بازو سے تجھے ممنون کرے۔ تیسری وہ جو تجھے دیکھے نہیں آواز سے بولے اور اپنے تئیں بیمار بنا لے!

اخلاقِ جلالی، حنّانہ۔ زن است کہ پیشتر شوہرے دیگر داشتہ باشد کہ بزعم او بہتر ازیں شوہر باشد و پیوستہ از حال ایں شوہرے شکایت و نالہ کند۔

یہ کتابیں چھپ گئی ہیں۔ لیکن ابھی دفتری خانے سے باہر نہیں آئیں۔ اُمید ہے ہفتے ڈیڑھ ہفتے تک اُن کے سرورق بھی تیار ہو جائیں گے اور جلدیں بھی۔

۱۔ مہابھارت کتھن مالا۔

۲۔ منحنّا۔

۳۔ ثانی لاثانی

ہ۔ بو تراب۔

فارقلیط کی جوڑائی خدا خدا کر کے مکمل ہو گئی ہے۔ اور وہ غالباً پریس میں بھیجی جا چکی ہے۔ نومبر کے وسط تک انشاء اللہ شائع ہو جائے گی!

کتابیں جونہی تیار ہوئیں۔ تمھیں ارسال ہو جائیں گی۔ (پہلی تین کتابوں کے ساتھ۔ جن کی تم نے فرمائش کی تھی)

کتاب نما تم نے دیکھا؟

اور کیا گپ شپ ہے؟

پارسل والا آدمی تو غالباً لاپتہ ہو گیا۔ جیسے کہ عموماً ایسے آدمی ہو جایا کرتے ہیں۔ اب یہی کہا جا سکتا ہے دل کی تسلی کے لیے کہ

لا تاس علیٰ ما فات

جو گزر چکا اس کا غم نہ کر

آج کل کیا کر رہی ہو۔

تمھاری بنکاک والی کتاب کا کیا ہوا۔؟

خالد

مضمون بڑا متاثر کن ہے۔ لیکن تحریر میں آنے کے بعد کیسے پتہ چلے گا کہ یہ سب اشعار حافظے کی مدد سے لکھے گئے ہیں۔ اس کی گواہی کون دے گا؟

سوالات میرے پاس رکھے ہیں۔ ذرا فرصت ہو۔ اور طبیعت حاضر ہو تو جوابات قلم بند کروں گا۔ مگر تم ان کا کیا کرو گی؟ جو میں کہوں گا وہ غالباً وجدانی طور پر تمھیں پہلے ہی معلوم ہے!

۱۵/اکتوبر ۱۹۸۵ء

عفت!

تمھارا دلربا خط پچھلے ہفتے ملا۔ اسی حیص بیص میں جواب نہ لکھا کہ پہلے کتابوں کی ترسیل کی کوئی صورت پیدا ہو۔ ”مہابھارت“ کے گرد پوش کا انتظار تھا۔ معاملہ بہت طول کھینچتا جا رہا ہے۔ اس لیے کل میں نے چھ کتابیں تمھیں بک پوسٹ کروا دی ہیں۔ (ہوائی ڈاک سے)

مہابھارت کتھن مالا ، بوتراب ، ثانی لاثانی
کلکِ موج ، کفِ دریا ، موموِ میر مغنیؔ

منحنیؔ اور عبدہٗ ہفتے عشرے میں مل جائیں گے، تو وہ بھی بھجوا دوں گا۔ فارقلیط کا دسمبر کے اخیر تک انتظار کرنا ہوگا۔ ”ابنا...“ نہیں مل سکی۔ غالباً ایڈیشن ختم ہو چکا ہے۔

”کتاب نما“ دیکھا؟ اس میں تمھارا خط چھپ گیا ہے۔ بڑا تیکھا اور طنز لہجہ ہے۔ دیکھیں عنوانؔ صاحب پر کیا گزرتی ہے۔

تمھارا حریم والا مضمون بہت پُر مبالغہ ہے۔ میرے بارے میں تم پے درپے جو توصیفی الفاظ استعمال کرتی ہو۔ انھیں پڑھ کر اپنی بے بضاعتی کا احساس شدید تر ہو جاتا ہے۔

کتاب نما ہی میں مجروحؔ صاحب کا ایک جواب الجواب شائع ہوا ہے۔ بغیر کسی دلیل و سند کے عجیب بے سر و پا باتیں لکھی ہیں۔ اس کا جواب کل لکھ کر بھجوایا تھا۔

سیارہ کا خالدؔ نمبر اب کہیں دستیاب نہیں۔ ذاتی طور پہ معلوم کروں گا۔ اگر کسی سے مل سکے۔ مگر اس کا بھجوانا بھی تو کارِ دارد ہوگا۔ ڈیڑھ ہزار صفحوں پر مشتمل دو جلدیں ہیں۔ ایک مختصر تصویری حصہ الگ ہے۔

تمھارا سات اکتوبر والا خط مجھے نہیں ملا۔

تمھارے ناول کا خوب صورت سلسلہ زیب النساء میں جاری ہے۔ حنا والے بھی تمھارا ایک ناول سلسلہ وار دے رہے ہیں۔ کیا پرچہ تمھیں نہیں بھیجتے؟

تمھارے بارے میں مضمون بھی پڑھا۔ لکھنے والے کا نام نہیں۔ لیکن صحیح سخن فہم معلوم ہوتا ہے۔ کس خوب صورتی اور جامعیت سے اس نے تمھارے فکر و فن کا جائزہ لیا ہے۔ اور تمھارے مقام کا تعین کیا ہے! اس قسم کے مضمون اور بھی آنے چاہئیں!

میاں خان کا خط بھی ملا۔ ماشاء اللہ خوب ترقی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں مزید کامیابیوں سے ہم کنار کرے!

اور کیا گپ شپ ہے؟

خالدؔ

عفت!

تمہارے اضطراب نامے ۱۶؍ اور ۱۹؍ نومبر کے ملے۔ ایک پرسوں۔ دوسرا کل۔ میرا خط اُمید ہے اس اثناء میں مل چکا ہوگا۔ اور شاید کتابیں بھی۔

تمہارا ۱۰؍ اکتوبر والا خط مجھے نہیں ملا۔ اور غالباً اسی وجہ سے تمہیں زیادہ تشویش ہوئی۔ میں نے تو بعد کے "وزنی" خط کا جواب دیا ہے۔ (وزنی بقول تمہارے۔ ورنہ تمہارا وزن کیا محسوس ہوگا۔ شاخِ گل تر کی طرح تو نازک ہو۔)

بیچ میں جو وقفہ آ گیا۔ اس نے تمہیں بے جا وسوسوں میں مبتلا کر دیا۔ معلوم نہیں تمہیں بار بار یہ وہم کیوں ہو جاتا ہے۔ کہ میں تمہاری کسی بات سے ناراض ہو سکتا ہوں۔ تم میرے بارے میں جو اتنی محبت اور محنت سے، اتنے لگاؤ اور لگن سے لکھتی ہو۔ سوچتی ہو۔ اس پر مجھے تمہارا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ یا الٹا خفا؟

احسان کا ادنیٰ ترین معاوضہ حرفِ سپاس ہے۔

میں ایک غریب الدیار تمہارا احسان کیسے چکا سکتا ہوں۔ تم تو سراپا خلوص، مجسّم محبّت اور سراسر ایثار ہو۔ مور کی طرح اپنے پاؤں کو دیکھتا ہوں۔ اور شرمندہ ہوتا ہوں۔

اور کیا گپ شپ ہے؟

میاں خالد کی کامیابی کا پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ یہ کامیابی خدا کرے کہ مزید علمی سرفرازیوں کا پیش خیمہ اور معاشی کامیابیوں کا پروانۂ راہداری ثابت ہو۔

عبدہٗ اور منحمنّا دو ایک دن میں بھجواؤں گا۔ فارقلیط میں ابھی کچھ دیر ہے۔

تمہارے خط کے بارے میں کسی نے تاثر کا اظہار کیا؟ (زبانی، کلامی؟)

موسم کیسا ہے اور تم کیسی ہو؟

بیسویں صدی میں تمہارا افسانہ پڑھا۔ بڑے نازک موضوع پہ بڑے فن کارانہ اور حسّاس انداز سے لکھا ہے!

خالد

۷؍دسمبر ۱۹۸۵ء

عفت!

میں بہت دنوں سے تمہارے خط کا منتظر تھا۔ مگر پرسوں برخوردار خالد کا چار دسمبر کا تحریر کردہ خط ملا۔ کہ تمھیں مہینے بھر سے میرا کوئی خط ملا ہی نہیں! ۔ حیرت اور افسوس ہے۔ میں نے ۲۴؍نومبر کو چھ سات کتابوں کا پیکٹ تمھیں بھجوایا ہے۔ اور الگ سے ایک مفصل خط بھی۔ جس میں تمہارے "وزنی" لفافے کا ذکر تھا۔ اس کے بعد دسمبر کے ابتدائی دنوں میں تمہارا دوحرفی S-O-S آنے پر خط لکھا! اور ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ پہلے دو کتابیں جو رہ گئی تھیں۔ وہ روانہ کیں!

یہ سب چیزیں کہاں رہ گئیں۔ کہاں غائب ہو گئیں!

تمہاری پریشانی اور بیماری کا پڑھ کر دل بڑا مضطرب ہے۔ خدا کرے تم اس دوران میں ٹھیک ہو چکی ہو۔ اور میرے خط اور کتابیں تمھیں مل چکی ہوں۔

برخوردار خالد کو پیار

باقی تمہارا خط آنے پر۔

خالد

۱۸؍دسمبر ۱۹۸۵ء

عفت!

بارے خدا خدا کر کے تمہاری خیریت کا خط ملا۔

کتابیں میں نے ۲۴؍نومبر کو رجسٹرڈ بک پوسٹ کے ذریعے بھجوائی تھیں۔ چھ تھیں! خط بھی اسی دن لکھا تھا۔ دو کتابیں آٹھ دسمبر کو بعد کو بھجوائی ہیں۔

خدا کرے کہ اب تک دونوں پیکٹ تمھیں مل چکے ہوں۔

کتاب نما کے دسمبر کے شمارے میں تمہارے خط کے ردّ عمل میں چار خط ہیں۔ عبدالمغنی صاحب کا لہجہ تو بڑا درشت و غیظ آلود ہے۔ مذہبیت کے مدّعی عموماً حسنِ اخلاق سے متّصف نہیں ہوتے۔

دوسروں کا ذکر کس حقارت سے کرتے ہیں اور اپنے بارے میں کتنا حُسنِ ظن رکھتے ہیں۔

خود کو عالم جو سمجھتا ہے وہی جاہل ہے۔

یوسف ناظم نے اپنے انداز میں خاکہ اُڑایا ہے۔ چلو تمھارا گلہ تو رفع ہو گیا۔ کہ
"اس بارے میں کسی نے کچھ لکھا بھی نہیں۔ حالانکہ میں سخت سست سننے کی منتظر تھی۔"
اب اطمینانِ خاطر سے یہ سب سخت سست پڑھ کر مزہ اُٹھاؤ۔ ویسے اس کا اثر لینے کی ضرورت نہیں۔ یہ باتیں تو چلتی ہی رہتی ہیں۔

ایسا بھی ہے کوئی کہ سب اچھا کہیں جسے

دوسرا مصرعہ اس شعر کا یوں ہے!

"یہ سونے کا کنگن کڑا آگ کا ہے۔"

میاں خالد کی علمی ترقیوں کا پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ خدا اسے کامیاب و بامراد کرے۔ اس کی کوئی نئی تحریر نظر سے نہیں گزری! آج کل کیا مصروفیات ہیں؟

زیب النسا میں تمھارے افسانے کا انتظار ہے۔ حنا والے بس ایسے ہی ہیں۔ تم نے شاید انھیں کوئی سخت لکھا تھا۔ ایک دن باتوں باتوں میں ذکر کر رہے تھے۔

اور کیا گپ شپ ہے؟

تمھاری طبیعت بحال ہو گئی۔ خدا کا شکر ہے۔

یہاں سردی تو ہے لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ سورج کا پتا نہ چلے! اگرچہ نکلتا دیر سے ہے۔ دھند اور کہر کی وجہ سے!

خالدہ

---

۲۲ دسمبر ۱۹۸۵ء

عفت!

تمھارا پُر محبت تبریک نامہ ملا۔ میں تمھارے مفصل خط کا منتظر تھا۔ مگر تم نے بالکل ہی بخیلی سے کام لیا! تمھارے تفصیلی خط کا جواب میں نے نومبر میں دیا تھا۔ جو کتابوں کے ساتھ ہی ارسال کیا تھا۔ وہ غالباً تمھیں نہیں ملا؟ اس میں تمھارے حریم کے مضمون کا ذکر تھا۔ مضمون بہت توصیفی ہے۔ اور اس میں تم نے اسمائے تفضیل بہت فراخ دلی سے استعمال کیے ہیں۔ جنھیں پڑھ کر جذبۂ تشکر بھی اُبھرتا ہے۔ اور احساسِ کوتاہی و ندامت بھی کہ کاش موضوعِ مضمون اس ثنا کا مستحق بھی ہوتا!۔

وہ مضمون یہاں کے ایک پرچے والے لے گئے ہیں۔ شاید شائع کریں!۔

"رشک و رقابت" کا ایسا بھی اظہار کیا؟ پوچھنے والیوں کو پتہ بتانے اور شعر سنانے میں کیا حرج تھا۔ الٰہ آباد کے محمد حسن صاحب کون ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسن (نقاد) سے البتہ تھوڑی بہت یاد اللہ ہے۔ خط و کتابت ان سے بھی نہیں۔

کتاب نما نظر سے گزرا ہو گا۔ تمھارے خط کا ردِ عمل بڑا بھرپور اور ہمہ گیر ہے۔ یہ ایک طرح سے خط کی کامیابی کی دلیل ہے۔ ویسے یہ بحثیں چلتی ہی رہتی ہیں۔ ان کا دل پر اثر نہیں لینا چاہیئے۔ بطخ کی طرح کہ پر پھڑ پھڑائے اور جلد بدن خشک کی خشک!

خشک پر رہتے ہیں پانی میں بھی دریائی پرند

زیب النساء میں تمھارے افسانے کا انتظار ہے۔

اور کیا گپ شپ ہے۔

میاں خالد کیسے ہیں۔

"مہابھارت کتھن مالا" کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟

سردی کی شدت کیسی ہے؟

آج کل تو یہاں بھی بڑی ٹھنڈ ہے!۔

خالدؔ

۵۔ جنوری ۱۹۸۶ء

عفّت!

تمھارے نئے پتے والا خط کل ملا۔ خدا تمھیں نیا مکان اور نیا پڑوس، مبارک کرے۔

اس سے پہلے میں تمھارے تمام خطوں کا جواب دیتا رہا ہوں! میرا نومبر والا خط معلوم نہیں ملا یا نہیں؟ بس بیچ میں تمھارے جس اکتوبر والے خط کا ذکر تھا۔ وہ مجھے نہیں ملا۔ اور اسی گم شدہ کا جواب مجھ پر اُدھار ہے!

تمھارے حرم والے مضمون اور کتاب نما میں تمھارے خط کے جواب میں "بزرگانِ ادب" کے خطوں کا ذکر بھی پہلے کر چکا ہوں۔ تازہ شمارہ ابھی نہیں ملا۔ معلوم نہیں اس میں کیا ہے۔

"زیب النساء" کا سالنامہ دیکھا۔ اس میں تمھارا افسانہ "کیا کبھی سچ بھی نکلتے ہیں ملن کے سپنے"۔ اور گنہگار کی پانچویں قسط دیکھی۔ قسط میں اچانک اپنا ذکر اور اس قدر مبالغے کے ساتھ دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ تمھارا جذبہ کتنا والہانہ، کتنا بے اختیار، کتنا برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے۔" میں اپنے آپ کو اس طغیانِ شوق و سیلِ مستی کے سامنے کتنا بے بس محسوس کرتا ہوں۔

اس قرضِ حسنہ کو چکانے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یوماً فیوماً یہ تو بڑھتا ہی جاتا ہے۔ تمھارے دل و قلم کتنے فراخ، کتنے سخی، اور کتنے مہربان ہیں۔ میں بے بضاعت صرف تمھارے "سدا بہار" رہنے کی دعا ہی مانگ سکتا ہوں۔ ایسی

ہستیاں دنیا میں کسے ملتی ہیں۔ اور جسے ملتی ہیں اسے دینے والے کی دین پر ناز کرنا چاہیئے۔ اور سجدۂ شکر بجالانا چاہیئے ———

آج کل معاش کی کیا صورت ہے؟

دن کیسے کٹتا ہے؟

کیا حیدرآباد میں تمھارے دُور و نزدیک کے کوئی اور عزیز بھی ہیں؟

کن لوگوں سے دید و بازدید کے مراسم ہیں۔؟

اہل قلم سے کوئی رابطہ ہے؟

میاں خالد کیسے ہیں؟

خالد

۶؍جنوری ۱۹۸۶ء

عفت!

تمھارے نئے پتے سے دوسرا خط ملا۔ پہلے کا جواب دے چکا ہوں۔ تمھاری اُداسی عارضی کیفیت کی ہے۔ چند دنوں میں آس پاس سے مانوس ہو جاؤ گی۔ اور ہوسکتا ہے کوئی ہمدل و ہم زبان بھی مل جائے۔

"زیب النساء" میں تمھاری تحریر کی کیا تعریف کروں۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

تمھارے چاہنے والے تمھیں جو خط لکھتے ہیں تو بے وجہ نہیں۔ دل کافر کہاں آسانی سے ایمان لاتا ہے۔

سچ ہے۔ قبول خاطر و لطف سخن خداداد چیز ہے۔ خدا کی دین ہے۔

تمھاری تفریح طبع کے لیے "کتاب نما" کے خطوں کی عکسی نقلیں ملفوف ہیں۔ جنوری کا شمارہ ابھی نہیں آیا۔ دسمبر کا پرچہ اُنھوں نے ضرور تمھیں بھیجا ہوگا۔ پتے کی تبدیلی یا ڈاک میں کسی گڑبڑ کی وجہ سے تمھیں نہ ملا ہوگا۔ خط لکھ کر دوسرا پرچہ منگوالو۔ ان دنوں تو تمھیں اسے التزاماً زیر مطالعہ رکھنا چاہیئے۔

تعجب ہے کہ "شہر نگاراں" میں اُردو بولنے والوں کا قحط ہے۔ یہ شہر تو دلی اور لکھنؤ کا مثیل و حریف تھا۔

انقلابات ہیں زمانے کے۔

کتنے قیمتی اثاثے چھن گئے۔ جس زبان کے تحفظ کے لیے سب کچھ کیا تھا۔ اسی کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ یہاں وہاں جسے دیکھو اس کے درپے ہے۔ کسی سرکار دربار میں اس کی رسائی نہیں۔ بیگانوں کا کیا گلہ اپنے ہی اس کے خلاف میں چلا گیا۔ مگر انگریزی کی صلیب ہمارے گلے میں لٹکا گیا۔ جسے ہم نے عزیز جاں بنا یا ہوا ہے۔

تامل اور تلگو میں کبھی تمہارے افسانوں کا ترجمہ نہیں ہوا؟ کوئی سبیل پیدا کرو کہ یہ لوگ بھی تمہارے فن سے آشنا ہوں۔ اور یوں کسی حد تک تمہاری تنہائی و بیگانگی کا مداوا ہو۔

تمہیں شوق باغبانی ہونا ہی چاہیئے تھا۔ حسن اور خوب صورتی کا پرستار جو ہو۔ پھول اور اپنے چاروں طرف رنگ و بو کی بہار دیکھنا چاہے!

موسم تو اب تبدیل ہو رہا ہے!

میاں خالد کیسے ہیں؟

خالد

۱۴ر جنوری ۱۹۸۶ء

عفت!

کل جنوری کا "کتاب نما" موصول ہوا۔

اس میں "شعر مومن" کے سلسلے کا خط تو کوئی نہیں۔ غالباً انہوں نے وہ بحث ختم کر دی۔ البتہ میرا ایک خط ہے۔ جو مجروح سلطان پوری صاحب کے نومبر کے شمارے میں شائع شدہ ایک خط کے جواب میں ہے۔

اس کی نقل اپنے قلمی خط کی نقل کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ اپنے خط کی نقل (اصل تو رسالے والوں کے پاس ہے۔) اس لیے کہ مطبوعہ میں چند لفظ بھی غلط ہیں۔ اور اعراب تو انہوں نے بالکل نہیں لگائے۔ معلوم نہیں اُردو والے اس معاملے میں اتنے بے حس، سہل انگار، کور ذوق اور غیر ذمہ دار کیوں ہیں؟

اپنی زبان کی بہتری کے لیے اس کی لکھائی پڑھائی کی صحت اور آسانی کے لیے۔ اسے مقبول عوام بنانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار نہیں۔ سوائے لفاظی اور مشاعرے بازی کے۔

اپنے ہمسایوں کا حال کہو۔

اُمید ہے اب تمہاری طبیعت قدرے بہل چکی ہو گی۔ کسی پڑوسن سے بات چیت شروع ہوئی! اور کیا گپ شپ ہے۔

میاں خالد نے اس دوران میں کچھ نہیں لکھا؟

خالد

---

۱۶ جنوری ۱۹۸۶ء

عفّت!

تمھارے دونوں خط یکے بعد دیگرے ملے! پہلے خط میں ماحول کے بارے میں تمھارے توحش کا پڑھ کر میں لکھنے لگا تھا کہ وحشت تو آہو چشموں کا خاصہ ہے۔ لیکن ابھی لکھا نہ تھا کہ تمھارا دوسرا واقعی دحشت ناک خط ملا۔ جس میں تمھارے اور خالد کے آتش زدہ ہونے کی خبر تھی۔ پڑھ کر انتہائی اندوہ و رنج ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ ماں بیٹا دونوں بچ گئے۔ ملازمہ کو اس غفلت پر سرزنش نہیں کی؟ یہ تو تائید ایزدی شامل حال تھی ورنہ کوئی سا بھی حادثہ رونما ہو سکتا تھا۔

اب اُمید ہے سوزش ختم ہو چکی تھی۔ اور زخم بھی مندمل ہو چکے ہوں گے! نشان رہ جانے کا خطرہ البتہ ہو سکتا ہے۔ خدا تم دونوں کو ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ دونوں جانیں کتنی نازک کتنی قیمتی ہیں!

زیب النّساء کے بارے میں تمھیں پہلے کسی خط میں لکھ چکا ہوں۔ قومی ڈائجسٹ میں فرقانِ جاوید شائع ہوتا ہے۔ لیکن پرچہ تم خود بند کروا چکی ہو۔ حنا والے بھی تم سے بہت گھبراتے ہیں۔

میں نے کہیں لکھا تھا۔!

آتش رشک و رقابت میں جلا جاتا ہوں۔

تم نے واقعتاً اسے سچ کر دکھایا۔ ان معصوم، بے ضرر لوگوں سے تمھیں کیا اندیشہ ہے؟

وہ مجھے کیا لکھیں گے۔ اور میں انھیں کیا جواب دُوں گا!

از زبانِ صد شعاعِ آفتاب
کم نمی گردد متاعِ آفتاب

"نمی" کی جگہ "نہیں" لکھتے لکھتے رہ گیا۔ ہم میں سے ہر شخص اپنی جگہ آفتاب ہے اور اپنے وجود سے مثبت و منفی کرنیں خارج کرتا ہے۔ اگر ہم کسی کو روشنی دے سکیں۔ کسی کے دل میں اُمید کی جوت جگا سکیں۔ تو اس میں کیا حرج ہے؟

فنکار کے پہلو میں دل کشادہ ہونا چاہیئے۔ تم سے بہتر اس بات کو کون سمجھتا ہے۔ مگر ———

وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے! ———

اور کیا گپ شپ ہے۔

میاں خالد کی دلچسپ تحریر بھی دیکھی۔ ماشاء اللہ۔!

خالد

۲۵ جنوری ۱۹۱٦ء

عفت!

کل شام تمھارا چچا جان سے مکالمے والا خط ملا۔ خون کیسے سفید ہو جاتا ہے۔ اور اپنے کیسے پرائے بن جاتے ہیں۔ اس ہنگامۂ کن فکاں میں کس سے پوچھیں؟

تمھارے کسی خط کا جواب مجھ پر ادھار نہیں۔ ساتھ کے ساتھ جواب بھیج دیتا ہوں تاکہ تمھارا احساس تنہائی بقدر یک دو نفس تو کم ہو!

تمھارے افسانے جو ترجمہ ہو کر چھپنے والے تھے۔ ان کا کیا ہوا؟

فارقلیط کا کل پتہ کیا تھا۔ کہہ رہے تھے کہ ہفتے عشرے میں پریس میں بھیج دیں گے!

دیکھیں۔ —— کان یہی بات کتنی بار سن چکے ہیں!۔

ناشروں کے نخرے طبیعت پر کتنا بار ہیں۔ مگر کوئی مفر کی صورت بھی تو نہیں ؎

روٹھتے ہیں وہی جن کے ہوں منانے والے

یہاں تو اپنے بارے میں کوئی حسنِ ظن ہی نہیں؟۔

بہر حال آتے ہی پہلا نسخہ عازم دکن ہو جائے گا۔ اک سانوری سہیلی کے لیے۔

اور کیا گپ شپ ہے۔

پڑوس میں کسی سے علیک سلیک آغاز ہوئی؟

کیا اتنے ہجوم میں کوئی ایسی خوش اندام و خوش گِل نہیں جسے قدرت نے ذوق جمال و مذاق سخن سے بہرہ ور کیا ہو۔ جس سے کبھی کبھار تم ہنس بول سکو۔

میاں خالد کیسے ہیں۔

معاش کی کیا صورت ہے۔ اب تو سردی میں کمی آنی چاہیئے۔ اور شگوفہ بہ شگوفہ بہار کو پھوٹنا چاہیئے۔

خالد

۲۸ جنوری ۱۹۶۶ء

عفت!

تمھارے دونوں خط یکے بعد دیگرے ملے۔ "کتاب نما" والوں نے باقاعدہ اعلان تو نہیں کیا۔ کہ بحث ختم کر دی گئی ہے۔ اگر جواب تیار ہے تو بھیج دو۔ ابھی شائع کریں گے تو کوئی نقصان نہیں۔ اور ہو سکتا ہے شائع کر بھی دیں!۔

نارتلیط کے اشعار تم نے کہاں سے جمع کئے؟ کیا تمھارے پاس پہلے والا کوئی نسخہ نہیں؟

کل پھر غلام علی والوں سے پوچھا، کہنے لگے کہ پلیٹیں لگ گئی ہیں۔ اور دس بارہ دن تک پریس نصابی کتابوں کی چھپائی سے فارغ ہوتے ہی انھیں چھاپنا شروع کر دے گا!

دیکھیں۔ اس حساب سے کتاب اس مہینے کے آخر تک آجانی چاہیئے۔

پانی کی قلت وہاں کیوں ہے۔ حیدرآباد کے آس پاس کوئی دریا کوئی ندی نہیں؟ بارشیں کیا بہت کم ہوتی ہیں؟

مجھے طبعاً کج بحثی تو دور کی بات ہے۔ مطلق بحث سے بھی زیادہ دلچسپی نہیں۔ کہ کار لاطائل ہے۔ یہ خط تو صرف وضاحت حال کے لیے لکھا تھا۔ آئندہ اس بحث میں الجھنا خواہ مخواہ کانٹوں میں گھسنا اور اپنی راہ کھوٹی کرنا ہے۔

اتنا فالتو وقت اور فالتو دماغ کس کے پاس ہے؟

میاں خالد کے ساتھ جو المیہ گزرا۔ اس کا افسوس ہے۔ خدا شاید ابھی کوئی بہتری کی صورت پیدا کر دے۔ بہر حال اُمید اور دعا تو یہی کرنی چاہیئے۔

ہے دعا بے نوا کا ساز دیراق۔

فروری کے "زیب النساء" میں تمھارا ناول "ختم شد" ہو گیا۔ اب تمھارے پڑھنے والے اور چاہنے والے تمھاری نئی تخلیق کے لیے چشم براہ ہوں گے!۔

معلوم نہیں تم اتنا کیسے لکھ لیتی ہو؟ اور یہ پیچ در پیچ پلاٹ اور ڈائیلاگ تمھیں کہاں سے سوجھتے ہیں؟ ناول نگاری کے لیے کتنے مشاہدے اور کس قدر نفسیاتی بصیرت کی ضرورت ہے۔ نوازنے والے نے تمھیں کتنی فیاضی سے نوازا ہے۔

اور کیا حال احوال ہیں۔

آج کل کیا لکھ رہی ہو۔

حیدرآباد کی ادبی فضا کیسی ہے۔

کیا کبھی کسی کالج یا جامعہ والے تمھیں نہیں بلاتے؟ کسی ادبی اجلاس میں شریک نہیں ہوتی ہو؟

میاں خالد کے بارے میں لکھو! بہت دنوں سے خاموش ہیں!

خالد

۵. فروری ۱۹۸۶ء

عفت!

یہ تم نے کیا پوچھا۔ کہ "میرے خطوں سے آپ دل گرفتہ تو نہیں ہوتے؟"
تمہارے خط تو میرے لیے ایک مژدۂ جانفزا کی، ایک لمس آشنائی، طلوع صبح بہاراں کی فروغ شام وصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حافظ کی زبان میں

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید
وز انفاس خوششش بوئے کسے می آید

اور ان میں میری تعریف و توصیف میں تم جس شاعرانہ مبالغے سے کام لیتی ہو۔ تو دل اس کو صحیح نہ سمجھتے ہوئے بھی کتنی سرشاری، کتنی سرمستی محسوس کرتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

آدمی فربہ شود از راہِ گوش

اور پھر جب اس کی کارفرما تم سی ساحرہ ہو!
تمہارا قلم بڑا جادو نگار ہے۔ تمہارا دل تو محبت کا، خوبی کا، خیر کا حسن کا سرچشمہ ہے۔ اور کتنا فخر محسوس ہوتا ہے اس کو جو اس دل کے کسی گوشۂ کم تاب میں مسافرانہ بود و باش رکھتا ہے۔

بدیں رتبہ گر جاں فشانم رواست

تمہاری دلربا شکل پہ تو شعر لکھنے کو جی چاہا۔ پھر سوچا کہیں تم خفا نہ ہو جاؤ کہ مجھے "اس نگاہ" سے کیوں دیکھا؟ تصویر دیکھ کر کتنے ہی شعر اپنے اور دوسروں کے ذہن میں آئے۔ تمہاری ناراضی کے ڈر سے نہیں لکھتا!
فروری کا "کتاب نما" نظر سے گزرا ہوگا۔ اس میں پھر ایک صاحب کا خط شائع ہوا ہے۔ لب و لہجہ پسند آیا۔
میاں خالد کیسے ہیں۔ عربی میں ان کے استاد کون ہیں۔ یہ ڈپلوما کورس ہے یا باقاعدہ کوئی ڈگری کا سلسلہ ہے؟ وہ تو ہندی کے غواص ہیں۔ مہابھارت ان کی نظر سے گزری؟
کوئی مطبوعہ چیز بھی بہت دنوں سے انہوں نے نہیں بھجوائی۔
اور کیا گپ شپ ہے۔
احساس تنہائی میں کوئی کمی ہوئی؟

خالد

عفت!

ایک مہینے سے تمہارے خط کا انتظار ہے۔

کن بکھیڑوں میں اُلجھ گئیں؟

فارقلیٹ چھپ گئی ہے۔

تمہارا خط آنے پر بھجواؤں گا!

خالد کیسے ہیں؟

خالد

---

۱۵ مارچ ۱۹۸۶ء

خدا خدا کر کے ایک زمانے کے بعد پرسوں شام تمہارا ۷ مارچ کا تحریر کردہ خط ملا۔ اس میں جس "پچھلے ہفتے" کے خط کا ذکر ہے۔ وہ افسوس ہے مجھے نہیں ملا۔ معلوم نہیں اس میں کیا تھا۔ اور رستے میں کہاں اٹک گیا۔ اور اس کے نہ ملنے میں کون سی "خدائی مصلحت" پوشیدہ ہے؟۔

پرسوں صبح ہی میں نے تمھیں ایک چند سطری خط لکھا تھا۔ اس میں فارقلیط کے چھپنے کی نوید تھی۔ وہ میں نے ناشر کے کہنے پر لکھ دیا تھا۔ اب معلوم ہوتا ہے اس میں ہفتے عشرے کی دیر ہے۔

نیا مکان اور نیا ماحول مبارک ہو۔ خدا کرے یہ تمھیں راس آئے۔ اور پچھلی وحشت کا مداوا ہو سکے۔ اگرچہ بقولِ غالب —

جنّت نہ کند چارۂ افسردگیٔ دل
تعمیر بہ اندازۂ ویرانیٔ ما نیست

یہاں کا پڑوس کیسا ہے؟

میں نے پچھلے مہینے جو خط لکھے تھے۔ وہ مل گئے تھے؟

اور کیا گپ شپ ہے۔

سارا دن کیا کرتی ہو۔

دلبستگی کے سامان کیا کیا ہیں۔

میاں خالد کی پڑھائی کیسے جا رہی ہے۔ ان کے لکھنے کے شوق کا کیا عالم ہے؟

خالد

---

۱۹ ، مارچ ۱۹۶۶ء

عفت !

پانچ دن پہلے ایک مختصر سا خط تمہارے خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اس کے بعد ہی فارقلیط چھپ گئی (خدا کا شکر ہے) بعجلت تمام فرمے منگوا کر دو چار کتابوں کی جلدیں کروائی ہیں۔ ایک تمہیں ابھی بھجوا رہا ہوں۔ گرد پوش چھپنے اور کتاب کے بازار میں آنے میں غالباً (بقولِ ناشر) ایک مہینہ لگ جائے گا۔ کیونکہ آج کل نصابی کتابوں کا زور ہے۔ اور سب لوگ ان میں لگے ہوئے ہیں !۔

ایک موہوم سا خیال تھا کہ شاید تمہارا رُکا ہُوا خط بھُولا بھٹکا آجائے۔ مگر اب اس کے ملنے کے چنداں آثار نظر نہیں آتے۔

کتنا رنج ہے اس نقصانِ مایہ کا

تمہاری تحریر تو میرے لیے عید کا درجہ رکھتی ہے۔ لفافہ دیکھتے ہی طبیعت کِھل اُٹھتی ہے۔
خدا تمہیں خوش وخرم رکھے۔ تمہارے آنگن میں موسمِ گل سدا اُترا رہے۔ اور تمہاری بہارِ حسن

سرخوش و پُرسوز ہے لالہ لبِ آبجو

کے نت نئے دلکشا مناظر دکھاتی رہے اور کیا حال احوال ہیں۔
میاں خالد کیسے ہیں۔
نئے ہمسائے کیسے ہیں۔

ہم دل نہ سہی ہم زباں تو ہوں گے ؟

خالد

---

۲۴ ، مارچ ۱۹۶۶ء

عفت !

تمہارا شب بیداری والا خط ملا۔
ان خواتین کے ادبی ذوق کی داد دینی پڑتی ہے۔ کہ ایک دُور افتادہ ، بے نام شخص سے واقف ہیں۔ اپنے ہاں کی بناتِ حوا تو بس زیبائش خانہ یا آرائشِ محفل ہی کا کام دیتی ہیں۔

سوائے ان چند کے جو ذوقِ خامہ فرسائی تم رکھتی ہیں۔

لیکن وہ بھی اپنی خوشبو میں مست ہیں!

کتابیں پڑھنے کا شوق مردوں میں نہیں تو عورتوں میں کیا ہو گا؟ اور وہ بھی شاعری کی کتابوں کا۔ ایک ایسے شخص کی جس کی شاعری کو مشکل، اَدق، نامانوس، ثقیل، خشک، معلوم کن کن القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

بہرحال تم جیسی صاحبِ جمال و صاحبِ ذوق کی مداحی کے بعد کسی اور کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ بعض اوقات ایک ہی شخص اپنی ذات کی پھیلاؤ سے ایک پوری قوم، ایک پوری اُمت بن جاتا ہے۔

مولانا حسرت موہانی کے بارے میں تم نے خواہ مخواہ اُلجھن پیدا کر رکھی ہے۔ کوئی پوچھے تو صاف کہہ دو کہ وہ میرے حقیقی نہیں۔ بلکہ رشتے کے دادا تھے۔ اور میں ان کی حقیقی نہیں بلکہ رشتے کی پوتی ہوں۔

سچ بولنے میں کتنی راحت ہے۔ ہ

قُولُوا الْحَقَّ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ

سچ بولو گرچہ ہو تمہارے ہی خلاف

یہ خوف تمہارے اعصاب پر بُری طرح سوار ہے۔ اس آسیب کو گھر سے نکال دو۔ اور پھر چین کی بانسری بجاؤ۔

دل و دماغ پر کیوں بیکار بوجھ لاد رکھا ہے۔ آدمی کو بساط بھر ہلکا پھلکا ہو کر جینا چاہیئے!

اور کیا گپ شپ ہے۔

میاں خالد کیسے ہیں۔ کیا کر رہے ہیں؟

خالد

---

۱۲ اپریل ۱۹۸۶ء

عفت!

کئی صدیوں کے بعد تمہارا خط ملا۔ برخوردار خالد کی تحریر بھی دیکھی۔ ماشاء اللہ بڑی رواں دواں اور شگفتہ زبان لکھنے لگے ہیں!

اس خط کے مابعد ایک پیکٹ ملا۔ جس میں دو ننھی منی خوب صورت ڈائریاں تھیں۔ میں انھیں اُلٹ پلٹ کر دیکھتا رہا کہ شاید ان میں کہیں کوئی خط رکھا ہو۔ مگر تم نے انتہائی جزرسی سے کام لیا۔ تمہاری دلپذیر تحریر بھی ان کے ساتھ ہوتی۔ تو ان کی قدر و قیمت کئی گنا بڑھ جاتی! یعنی یہ تحفۂ عزیز، عزیز تر ہو جاتا!

فارقلیط اُمید ہے اَب تک مل چکی ہو گی۔
اپنے پڑوس کی مبارکباد بھی قبول کرو۔
دن بھر کیا مشغولیت رہتی ہے؟
زیب النساء میں افسانہ چھپے گا تو دیکھیں گے!
تمھارے ناول "ہمسفر" کی قسطیں حنا میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ پرچہ غالباً وہ تمھیں نہیں بھیجتے۔ تمھاری خفگی کے ڈر سے! (مجھے کم از کم سردار محمود نے یہی بتایا تھا۔)
زربینہ ثانی کے ذکر نے بہت دلگیر کیا۔ انسان کتنا مجبور کتنا بے بس ہے۔ اور حیاتِ انسانی کتنی بے اعتبار کتنی گریز پا!
"مہابھارت کتھن والا" کا دوسرا ایڈیشن پریس میں ہے۔ مئی کے آخر تک آنے کی توقع ہے۔ پس چند لفظوں کی نوک پلک درست کی ہے۔
جواب میں چند دن کی تاخیر ہو گئی۔ جس کے لیے صدقِ دل سے معذرت خواہ ہوں۔ آئندہ انشاء اللہ ایسی تقصیر نہیں ہو گی!

خالد

---

۱۹ راپریل ۱۹۸۶ء

پرسوں شام میں سیر کر رہا تھا۔ کہ ڈاکیہ آیا۔ پیکٹ دیکھا۔ تو دل میں کھد بد ہوئی کہ یار دلنواز نے معلوم نہیں کیا بھیجا ہے؟ اسے کھولا تو پھر اس لوحِ طلسم کو پڑھنا شروع کیا۔ تو عجیب عجیب کیفیات سے گزرا۔ تمھیں حق پہنچتا ہے کہ کہو۔

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے
جو لفظ کہ عفّت مری تحریر میں آئے

تم کیا شے ہو۔ اور تمھارے دل میں یہ محبت کا، اخلاص کا، سپردگی و ربودگی کا، سرمستی و شوق کا خزانہ کس نے رکھ دیا؟
کن الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار کروں۔ اور تمھارے اس بے پناہ جذبے کی داد کیسے دوں؟ نہیں سمجھ آتا!
اس وقت غلبۂ جذبات سے اور نہیں لکھا جاتا!

خالد

۲؍مئی ۱۹۸۶ء

عفّت!

تمھارے خط بلکہ خطوں کا انتظار ہے۔ کیا کر رہی ہو؟ صحت کیسی ہے۔ میاں خالد کیسے ہیں؟

"تحریریں" والے ایک شمارہ میرے بارے میں نکالنے کا سوچ رہے ہیں۔ پہلے ان کا ارادہ اسے صرف "مہابھارت کتھن مالا" کے بارے میں مضامین تک محدود کرنے کا تھا۔ بعد میں اُنھوں نے سوچا کہ اسے شخص و فن تک پھیلا دیا جائے!

اگر تم پسند کرو، تو تمھارے چند خط اور ڈائری سے چند اقتباسات (بشمول آخری دونوں افسانوی تحریروں کے) انھیں دے دوں!

شاعرہ پروین شاکر کا ایک شعر ہے ؎

میں اس کی دسترس میں ہوں مگر وہ
مجھے میری رضا سے مانگتا ہے

یہ صرف ایک تجویز ہے۔ مانو نہ مانو "آپ" کو یہ اختیار ہے۔

موسم کیسا ہے۔ ہمسائیگی کیسی چل رہی ہے۔

مہابھارت کا نیا ایڈیشن آنے پر اس کا اور فارقلیط کا ایک اور نسخہ (سرورق کے ساتھ) حاضر کروں گا! اب فرقانِ جاوید ترتیب دینے کا سوچ رہا ہوں۔ شاید کوئی ناشر مل جائے!

خالد

۶؍مئی ۱۹۸۶ء

عفّت!

تصویریں کیا ہیں۔ "مہجورِ جناں حورے" کا مجسّم نقشہ ہیں۔ اتنی چھوٹی موٹی سی، دھان پان سی، کومل کامنی نظر آتی ہو۔ کہ حیرانی ہوتی ہے۔ کہ اسی پیکرِ نازک و ناتواں میں جذبات کا آتش فشاں بند ہے!

دلفریب چہرے بھی کیا پُر فریب ہوتے ہیں!۔

دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا
اور ——— اک نگارِ آتشیں رُخ سر کھلا

خدا حسن کی اس دولتِ بیدار کو یہی سرشار، یونہی پُر بہار و پُر خمار رکھے۔

یہ پڑوس سے بیزاری کیوں پیدا ہو گئی۔؟ ان باذوق، خوش سلیقہ، ادب نواز ہمسایوں سے طبیعت کیوں بھر گئی؟

یہ دنیا بڑی خوب صورت ہے۔ اور یہ عمر اک انمول متاع، اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو بے وجہ مایوسی و بے دلی کا شکار ہونے سے بچانا چاہیئے! مایوس کن حالات کا عزم و پامردی سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ زندگی کی مثبت قدروں پر اپنے ایمان و اعتماد کو کمزور نہیں پڑنے دینا چاہیئے!

زیب النساء میں تمہارا افسانہ آگیا ہے ۔ جیسے کہ میں اپنے پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں ۔ حنا میں بھی تمہارے ناول کی قسطیں باقاعدہ آرہی ہیں ۔

تمھیں ان چھوٹی موٹی غلطیوں کو زیادہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے ۔ ہر جگہ یہی حال ہے ———

بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیدا است ۔

ناشر کہیں بھی اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے ۔ اور پھر اُردو تو ایک درماندہ و کس مپرس زبان ہے ۔ کون اس کے لیے دردسری مول لے ۔ جب تک کاروبارِ حیات میں اس کا چلن نہیں ہوتا ۔ سرکار دربار میں جگہ نہیں پاتی ۔ معاش و روزگار کا ذریعہ نہیں بنتی ۔ اس پر یہی بےخبری و قلت رہے گا ! ——— بہرحال بددل نہیں ہونا چاہیئے ۔ بھلے دنوں کی اُمید رکھنی چاہیئے !

عبد المغنی صاحب کو تمھارے عتاب سے بچانے کے لیے "کتاب نما" نے خطوں کا حصّہ ہی حذف کر دیا ۔ سچ ہے رستم سے زیادہ دھاک مارے !

موسم کیسا ہے ۔ طبیعت کیسی ہے ۔ ہمسایوں سے کیسی نبھ رہی ہے ؟

میاں خالد کیسے ہیں ؟

خالد

---

۲۶ رمئی ۱۹۸۶ء

عفّت !

ایک زمانے سے تمھارا خط نہیں آیا ۔

خدا کرے کہ خیریت ہو ۔

آج کل میں مہابھارت کتھن مالا (طبع دوم) اور فارقلیط کا ایک ایک نسخہ تمھیں بھجوا رہا ہوں ۔ فارقلیط میں ایک گردپوش زیادہ ہوگا ۔ تمھارے پہلے نسخے کے لیے ۔

" زرِ داغِ دل " اور سرابِ ساحل " کتابت کی منزل میں ہیں ۔ پہلے چند کاپیاں تو میں نے اپنے ہاتھ سے فوٹو سٹیٹ کروائی تھیں ۔ صرف منتشر اوراق کو یکجا کرنے کے لیے ۔

ایک ایک کاپی تمھیں بھجوائی تھی ۔ باقی میرے پاس رہیں اور اِدھر اُدھر ہو گئیں ۔ اب ان کے مکمّل ایڈیشن آرہے ہیں ۔ یعنی تاحال کی ۔

سب نظمیں

سب غزلیں

تحریریں والے بھی ایک نیا نمبر ترتیب دے رہے ہیں !

اور کیا گپ شپ ہے ۔

میاں خالد کیسے ہیں ۔ کیا کر رہے ہیں ۔ ان کے شوقِ نگارش کا کیا حال ہے ؟ اندیشہ ہے کہ کچھ سُست پڑ گیا ۔ انھیں پھر سے شیرازۂ افکار کو فراہم کرنا چاہیئے ۔ اظہار کی منزل کہاں آسانی سے سر ہوتی ہے ؟

میاں خالد کی کامیابی کے لیے دُعاگو ہوں۔
تمھارے سارے خطوں کی رسید تو دے چکا ہوں۔ سب چیزیں (تینوں ڈائریاں) مل گئی تھیں۔

کس منہ سے شکر کیجئے اس التفات کا ؟

اپنی خوش نصیبی پر رشک آتا ہے۔ اور کبھی کبھی تو یہ ابوالحسن کا خواب معلوم ہوتا ہے۔
معلوم نہیں شبستانِ ازل کے کس پری گوشے میں دو روحوں کی ملاقات ہوئی تھی۔ کہ اب تک

مهجور جناں حورے نالد به رباب اندر

آج "زیب النساء" میں تمھارا دل کش و غم ناک افسانہ "ابدی اضطراب" دیکھا۔

مہکیں ترے عارض کے گلاب اور زیادہ !

خالد

---

۱۰ مئی ۱۹۸۶ء

عفت !

تمھارا ۲۹ اپریل کا تحریر کردہ خط نظر نواز ہوا۔
تم کیسے کیسے الفاظ استعمال کرتی ہو۔ جو

پیمانۂ سرور میں پیمانۂ نشاط

تمھاری ذات میں تو ایسا محسوس ہوتا ہے۔

افلاک سے گویا مرے نالوں کا جواب آیا

دُعائے سحر گہ کا جواب آ گیا آخر

خدا آخر عالمِ ناسوت میں پیکرِ آدم ہی میں اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ (آدم میں حوّا بھی شامل ہے۔)
میاں خالد کا طغریٰ مجھے نہیں ملا۔ خیال تھا کہ شاید ذہن سے نکل گیا۔ آج تمھارے خطوں کی فائل دیکھی۔ تو اس میں کہیں نظر نہ آیا۔
میری طرف سے ان کا بہرحال شکریہ ادا کر دو۔ اگر نقل موجود ہو تو بھجوائیں تا کہ مزید خودی کو بلند کرنے کا موقع ملے !

تم کیا کر رہی ہو ؟
اور کیسی ہو۔ ؟
"آواز" کی فرمائش بھی کبھی پوری کر دوں گا ! انشاء اللہ !

خالد

۲۷ر مئی ۱۹۸۶ء

عفت!

عجیب اتفاق ہے۔ کل صبح تمھیں خط لکھا اور سہ پہر کو تمھارا خط مل گیا۔ آج دونوں کتابیں بھجوا رہا ہوں۔ مہابھارت کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ لیکن فارقلیط کا وہی ہے۔ جس کا ایک نسخہ تمھیں پہلے مل چکا ہے۔

موسم یہاں بھی سخت ہے۔ آج ۱۷واں روزہ ہے۔ سحری صبح ۳ بج کر ۲۵ منٹ ـــــ افطار شام ۷ بج کر ۲ منٹ!

تمھارے تصویروں والے خط کا جواب تو میں نے اُسی وقت دے دیا تھا۔ اس میں تمھاری تصویروں کی دل کشی و رعنائی کے بارے میں کچھ شاعرانہ باتیں بھی تھیں۔ خط نہ جانے رستے میں کہاں اٹک گیا۔ خدا کرے کہ اَب تک مل چکا ہو۔ اور تمھیں میری سخن گسترانہ باتوں سے آگاہ کر چکا ہوں۔

تمھارے کسی خط کا جواب مجھ پر اُدھار نہیں۔ اِدھر خط آتا ہے۔ اُدھر قلم برداشتہ جواب لکھ دیتا ہوں۔ اگرچہ تمھارے جیسا حسنِ بیان پیدا نہیں کر سکتا! معلوم نہیں۔ یہ قوتِ انشا تمھیں کہاں سے ملی؟ کہ ایک مضمون کو سو رنگ سے نو بہ نو انداز سے باندھنے پر قادر ہو۔ اور پھر تمھارے جذبے کتنے سچے، کتنے بے میل، کتنے کھرے اور کتنے شدید ہیں۔ تم تو ستی ساوتری ہو۔ وفا کی دیوی، عشقِ صادق کی تصویر ہو۔ مجازی بھی حقیقی بھی (کہیں بُرا نہ مان جانا)۔

میاں خالد کا خط بڑا خوب صورت ہے۔ عبارت بڑی رواں اور شگفتہ ہے۔ اور ان کا طغریٰ تو نہایت حسین، معنی خیز، اور دل خوش کن ہے۔ ہو بہو ماں پر گیا ہے۔

معلوم نہیں اس کا شکریہ کیسے ادا کروں؟

لوگ مور کے پنکھ کو دیکھتے ہیں اور وہ اپنے پاؤں کو!

خدا تم دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ اپنوں کا تصور بھی کتنا سرشاری بخشنے والا ہوتا ہے!

خالد

۱۹ر جون ۱۹۸۶ء

عفت!

کل شام کے حبس میں تمھارے خط گویا بادِ نسیم کا جانفزا جھونکا تھے۔

خدا تمھیں خوش رکھے۔ یونہی جوانیاں مانو!

تمھارا ۲۱ مئی کا خفگی کا خط بھی ۶ر جون والے ارمغانِ محبت کے ساتھ ہی ملا۔ اس میں بھی شاید قدرت کی کوئی مصلحت تھی کہ تلخ کی تلخی شیریں کی شیرینی میں گھل جائے۔

تم نے کیا چیزیں انتخاب کی ہیں۔

تمہارے سینے میں کیا دھڑکتا، مچلتا، زندہ و تابندہ و سوزندہ دل ہے! معلوم نہیں تم میں حسن بن صباح کے فدائیوں کی روح کہاں سے، کیسے اور کب سے حلول کر گئی۔ قرۃ العین طاہرہ کی آتشناکی تم میں کہاں سے آ گئی!

کیا بے پناہ شخص ہو!

کیا نزاکت ہے۔ کیا صلابت ہے۔ کیا ناز ہے کیا نیاز ہے۔ کیا تناؤ ہے کیا گداز ہے۔

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق

"تم تو مجھے اپنے ہی وجود کا کوئی گم شدہ حصہ محسوس ہوتی ہو!"

پچھلے خطوں کا جواب میں دے چکا ہوں۔ عبدالمغنی صاحب والا خط تو بڑی تڑپ دم کر دینے والی چیز تھی۔ اس کے متعلق بھی میں اپنے تاثر سے تمھیں آگاہ کر چکا ہوں۔

تحریریں میں وہ خط بھی دینے کا ارادہ ہے۔ یہ دکھانے کے لیے کہ حسن جب جلال میں آتا ہے تو کیا زبان بولتا ہے۔

فارقلیط اور مہابھارت کٹھن مالا تو بہت عرصہ ہوا بھجوا دی تھیں۔ تمہارا عید کارڈ بھی ملا تھا۔ عین عید کے یا غالباً اس کے دوسرے دن۔ کل میاں خالد کا پیارا سا عید کارڈ بھی ملا۔ کیا سعادت مند، ہونہار، روشن خیال بچہ ہے۔ خدا اس کے مستقبل کو تابناک کرے۔

گرمی کی یہاں بھی انتہائی شدت ہے۔ باہر نکلنا مشکل۔ سانس لینا بھی دشوار لگتا ہے۔

"فرمانِ جاوید" اور "تحریریں" تو ابھی زیرِ ترتیب ہیں۔ "زیرِ داغِ دل" اور "سرابِ ساحل" کی کتابت تقریباً مکمل ہونے والی ہے۔

تم خفا ہو گئیں، محترمہ، صاحبہ کے القاب سے، اور ڈائری کے بارے میں میرے استفسار سے!

وہ تو محض ایک چھیڑ تھی خوباں سے!

خالد

---

۲۵ جون سنہ ۱۹۸۶

عفت!

کل شام تمہارا نامہ ملا۔

تعجب ہے! میرے خط کہاں غائب ہو گئے۔ کتابیں بھیجے بھی تو زمانہ ہو گیا

تمہارے سب خطوں کے جواب بلا تاخیر میں باقاعدگی سے دیتا رہا ہوں!

پچھلے ہفتے تمہارے پیکٹ کی رسید بھی بھیجی تھی۔ جس میں میاں خالد کے عید کارڈ اور تمہارے ۳۱ مئی والے خط کا تذکرہ بھی ہے۔ پیکٹ ۶ جون کا ہے۔

سخت تشویش ہے۔ میں تو تمہارے خط کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ کتابوں اور دوسرے خطوں کے پہنچنے کی اطلاع آئے گی!

لیکن تمہارے پُر اضطراب تار نے تو اور مخمصے میں ڈال دیا ہے۔

جانے یہ دنیا اس قدر دشمنِ اربابِ وفا کیوں ہے؟
اس ڈاک کے انتظام کا کیا کیا جائے؟
کیا پھر کسی میگھ کو دُوت بنائیں؟ پھر صبا سے نامہ بری کا کام لیں؟

خالد

یکم جولائی ۱۹۸۶ء

عفت!

تمہارا ۱۳ جون کا تشویش بھرا خط ملا۔ جس میں میرا خط نہ ملنے پر پریشانی کا اظہار ہے۔ میں تمہارے خطوں کا جواب باقاعدگی سے فوری طور پر دے دیتا ہوں۔ راستے میں کہیں رکاوٹ پڑ جاتی ہے۔ پہلے تو خط آٹھ دس دن تک مل جاتے تھے۔ اب وقفہ زیادہ ہوگیا ہے۔ نجانے کیوں؟ شاید قدرت کو انتظار کی گھڑیاں بڑھا کر جذبِ دل کا امتحان لینا مقصود ہے!

مغنی صاحب کے متعلق خط مجھے مل گیا تھا۔ بہت دیر ہوئی اس کا جواب بھی دے چکا ہوں۔ جو اُمید ہے اب تک مل چکا ہوگا! پچھلے ہفتے میں نے دو تین خط تمھیں لکھے ہیں۔ ان میں سے دو میں اخباری تراشے بھی تھے۔ تمہاری تفریحِ طبع کے لیے۔ اور کچھ یہاں کی ادبی فضا کے لمس سے آشنا کرنے کے لیے!

سیارہ کے لیے تمہارے اشتیاقِ بے حد کو دیکھتے ہوئے کل میں نے اپنی "ذاتی کاپی" تمھیں ارسال کردی ہے۔ یہ دو جلدوں (دیگر تین حصوں) میں ہے۔ کل مل کر ملا کر ڈیڑھ ہزار کے قریب صفحات ہوتے ہیں!

تحریریں اتنی جلدی کیسے آسکتا ہے۔ الہ دین کا چراغ ہوتا تو شاید اس کے جن سے کچھ کام لیا جا سکتا! ابھی تو پرچے والوں نے اہلِ قلم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ زادِ راہ فراہم ہوگا تو ترتیب و تدوین کا مرحلہ طے ہوگا! بہرحال خدا نے چاہا تو تمہارا حصہ اس میں نمایاں، منفرد اور متوجہ کرنے والا ہوگا!

۱۔ تمہارا مضمون حریم والا۔

۲۔ تمہارا انٹرویو (جو فانوس کے مقدمے میں شامل تھا)

۳۔ تمہاری چار افسانوی تحریریں۔ ڈائری میں سے۔ میں تو پڑھ کر کانپ گیا۔ یہ شدتِ احساس! یہ حدتِ جذبات! تمہارے اندر تو جوالا مکھی بھڑک رہی ہے!

۴۔ ڈائری کے چند ورق۔ میرے بارے میں تمہارے مختصر نثر پارے۔ فقروں کی شکل میں جو ڈائری میں بکھرے ہوئے ہیں۔ درِ منثور کی صورت!

۵۔ میرے خطوط کے اقتباسات۔ ڈائری میں سے!

تقریباً تمہاری پوری ڈائری ہی (سوائے شعری انتخاب کے)۔ اس میں آجائے گی!

خوب ہنگامہ رہے گا! لوگوں کو ایک موضوع ہاتھ آجائے گا! اچھا ہے!

اور کیا گپ شپ ہے۔

میاں خالد کیسے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

خالد

۷ر جولائی ۱۹۸۶ء

جانِ من!

تعجب ہے میرے سب خط کہاں چلے گئے؟ میں کئی بار پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ تمھارے خطوں کا جواب بغیر کسی تاخیر کے میں فوراً دے دیتا ہوں۔ کبھی کبھار دو چار دن کا وقفہ کسی وجہ سے حائل ہو جاتا ہے۔ مگر عموماً نہیں! تمھارے "تار" کے بعد بھی تین چار خط لکھ چکا ہوں۔ دو میں اخباری تراشے تھے۔ ۳۰ر جون کو سیارہ بک پوسٹ کیا ہے۔ معلوم نہیں ڈاک کے انتظام کو کیا ہو گیا ہے!

کل فاروق کی امّی نے تمھارا خط دیا اور کہا کہ۔

"آپ عفّت کو جواب کیوں نہیں دیتے؟ اتنی پریشان ہے۔ تار بھی بھیج چکی ہے!"

تین چار دن ہوئے حفیظ صدیقی نے بتایا تھا کہ زاہدہ کے نام بھی تمھارا اسی مضمون کا خط آیا ہے۔

تم خواہ مخواہ اتنی پریشان ہو جاتی ہو۔

دھیرج سے، رسان سے، طمانیت سے کام کرنا اور لینا چاہیئے!

اس اضطراب کے بے محابا اظہار سے بلا وجہ ایک ہنگامہ سا اور ہنگامی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

آج تمھیں تار بھی دے رہا ہوں۔!

کل تمھیں مل جائے گا!

اپنی خیریت سے مطلع کرو۔ اور میرے بہت سے خطوں کے پہنچنے کی اطلاع دو!

خالد

عفّت!

تمھارے خیر و تسلّی کے خط کا شدت سے انتظار ہے۔

اب تک میرے کچھ خط تو تمھیں ضرور مل چکے ہوں گے!

سیارہ بھی امروز و فردا میں ملنے والا ہو گا! یا شاید مل ہی چکا ہو!

خالد

۱۵؍جولائی ۱۹۸۶ء

عفت آشفتہ!

خدا کا شکر ہے کہ کل تمہارے ۳۰؍جون اور یکم جولائی کے دونوں خط اکٹھے ملے۔ برخوردار خالد کا خط بھی ملفوف تھا!
ایک بڑا بھاری بوجھ سر سے اُتر گیا!

اُمید ہے اس اثنا میں دوسرے خط مع "سیارہ" بھی مل چکے ہوں گے! اور تمہارے دل بے قرار کو قدرے قرار آگیا ہوگا!

تمہارے پہلو میں دل ہے! برق ہے۔ شعلہ ہے۔ سیماب ہے۔ کیا ہے؟
تم نے تو ایک تہلکہ مچا دیا۔ میں تو بہت گھبر گیا۔ تار بھی دیا تھا۔ مل گیا ہوگا؟

تحریریں تو ابھی ترتیب و تیاری کی ابتدائی منزلوں میں ہے۔ انشاء اللہ چھپتے ہی سب سے پہلے تمہیں پہنچے گا! اس میں ذکر بھی تمہارا ہی سب سے زیادہ ہوگا!

کوئی انتخاب پیش نظر نہیں! وہ ڈاکٹر وحید قریشی کی رائے تھی۔ وہ کسی زمانے میں جب اورنٹیل کالج میں پرنسپل تھے۔ تو ایک انتخاب اپنے طور پر کر رہے تھے۔ بعد میں اپنی دوسری مصروفیات میں اُلجھ کر اسے بیچ میں چھوڑ دیا۔
لوگوں کو مشورہ دینے سے کون روک سکتا ہے؟

اور کیا حال چال ہے؟!
کبھی موسیٰ ندی کے آبِ رواں میں اپنا عکس جواں دیکھنے جاتی ہو؟

میاں خالد کا خط بڑا خوبصورت ہے۔ وہ اپنی قابل فخر کامیابی پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کریں!
خدا کرے کہ زندگی میں انہیں ایسے ہی ایک سے بڑھ کر ایک کامرانیاں نصیب ہوں!

خالد